عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختم نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT KARACHI PAKISTAN

قیمت ۱۰ روپے

جلد: ۳۵ | ۱۴ تا ۲۰ رجمادی الاول ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۳ تا ۲۹ رفروری ۲۰۱۶ء | شمارہ: ۸

تبلیغی جماعت پر پابندی

رشوت قوم کے لیے ناسور

سود حرام ہے

شرعی عذر کی بنا پر کرسی پر نماز

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
http://www.khatm-e-nubuwwat.com

Email: editorkn@yahoo.com

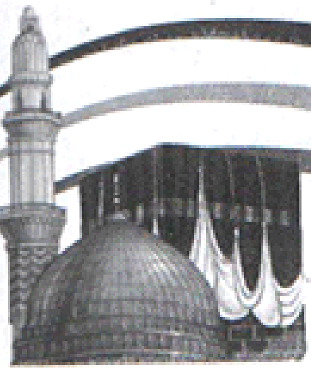

آپ کے مسائل

مولانا اعجاز مصطفیٰ

موبائل یا انٹرنیٹ پر طلاق کا حکم

س:...... کیا انٹرنیٹ کے ذریعے طلاق ہوجاتی ہے؟ اسی طرح موبائل ایس ایم ایس کے ذریعے طلاق دینے کا کیا حکم ہے؟ میرے دوست نے اپنی بیوی کو انٹرنیٹ ای میل کے ذریعے ایک طلاق دے دی، تو کیا یہ طلاق واقع ہوگئی یا نہیں؟ اسی طرح اگر شوہر کی لاعلمی میں کوئی اس کے موبائل یا انٹرنیٹ کو استعمال کرتے ہوئے اس کی بیوی کو طلاق بھیج دے تو کیا حکم ہے؟

ج:... اگر شوہر اس ای میل کا اقرار کرتا ہے تو اس کی طرف سے یہ ایک طلاق رجعی شمار ہوگی اور اگر وہ لاعلم ہے یا وہ انکار کرتا ہے اور اس پر کوئی گواہ بھی موجود نہیں تو یہ طلاق نہیں سمجھی جائے گی۔ لہٰذا شوہر کی بات پر اعتماد کیا جائے گا۔ باقی کسی بھی ذریعے سے طلاق دینے سے وہ واقع ہوجاتی ہے جبکہ شوہر خود دے یا اس کے حکم سے کوئی دوسرا اس کی طرف سے دے، کیونکہ شوہر کی اجازت کے بغیر کوئی دوسرا اس کی بیوی کو طلاق نہیں دے سکتا۔

س:...... اگر کسی عورت کا دو ماہ کا حمل ضائع ہوجائے اور اس میں کچھ اعضا ہاتھ پاؤں وغیرہ بنے ہوئے نکلیں تو اس کا کیا کیا جائے، کیا انہیں بھی دفنانا چاہئے؟

ج:...... اگر حمل ضائع ہوجائے اور صرف گوشت کا لوتھڑا ہو تو اسے کپڑے میں لپیٹ کر دفن کردینا چاہئے۔ اسی طرح اگر کچھ اعضاء بن گئے ہوں، مگر مکمل نہ بنے ہوں تو بھی یہی حکم ہے کہ اسے نہلا کر کسی کپڑے میں لپیٹ کر گڑھا کھود کر دفن کردیا جائے تاکہ بے حرمتی نہ ہونے پائے۔

قبروں پر پاؤں رکھنا

س:...... قبرستان میں بہت ساری قبریں آپس میں ملی جلی ہوتی ہیں اور درمیان سے گزرنے کا راستہ نہیں چھوڑا جاتا۔ ایسی صورت میں کسی مخصوص قبر تک پہنچنے کے لئے قبروں پر پاؤں رکھتے ہوئے گزرنا پڑتا ہے، ایسے میں کیا کرنا چاہئے؟

ج:...... قبروں پر چلنا اور روندتے ہوئے جانا تو جائز نہیں ہے، اس لئے اگر احتیاط کے ساتھ بچ بچا کر اس قبر تک جانا ممکن ہو تو جائے ورنہ دور ہی سے کھڑے ہوکر سلام کرلے اور فاتحہ وغیرہ کرلے۔ مرحومین کو بھی ایصال ثواب ہوجائے گا اور آپ کو بھی پورا اجر و ثواب مل جائے گا، بہرحال قبروں کو روندنے سے پرہیز کریں۔

طلاق کی صورت میں عدت کی مدت

س:...... میری بیوی میرا گھر چھوڑ کر اپنے ماں اور باپ کے گھر چلی گئی تھی۔ جاتے وقت تمام زیور بشمول حق مہر کا زیور اور دیگر قیمتی سامان اپنے ساتھ لے گئی تھی، مگر ہماری ۸ ماہ کی بیٹی کو وہ میرے پاس ہی چھوڑ گئی تھی۔ بعد ازاں بیٹی کو سندھ ہائی کورٹ کے ذریعے حاصل کرلیا۔ سندھ ہائی کورٹ کے حکم کے مطابق میری اور میری بیٹی کی ملاقات ہر ۱۵ روز بعد طے ہے۔ گزشتہ ایک سال سے میرا اور میری بیوی کا آپس میں کوئی تعلق نہیں ہے۔ ایک سال گزر جانے کے بعد طلاق کی صورت میں عورت پر عدت لازم ہوئی یا نہیں؟

ج:...... طلاق کے بعد عورت کے ذمہ عدت پوری کرنا شرعاً واجب ہوتا ہے خواہ میاں بیوی کا آپس میں برسوں سے کوئی تعلق نہ رہا ہو، ہاں رخصتی سے پہلے اگر طلاق دے دی جائے تو ایسی صورت میں عورت کے ذمہ کوئی عدت نہیں ہوتی۔

س:...... ایک طلاق کی صورت میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

ج:...... ایک طلاق رجعی دینے کی صورت میں شوہر کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ عدت کے اندر اندر (تین ماہواریاں اگر حاملہ نہ ہو) اپنی بیوی سے رجوع کرلے، خواہ بیوی کی رضامندی نہ ہو اور عدت گزرنے کے بعد یہ نکاح ختم ہوجاتا ہے، اس لئے رجوع کی صورت میں دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

مجلس

مجلسِ ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری — صاحبزادہ مولانا عزیز احمد
علامہ احمد میاں حمادی — مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی
مولانا قاضی احسان احمد

جلد: ۳۵ — ۱۴ تا ۲۰ رجمادی الاول ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۳ تا ۲۹ رفروری ۲۰۱۶ء — شمارہ: ۸

سرپرست
حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق سکندر مدظلہ
حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیرِ اعلیٰ
مولانا عزیز الرحمن جالندھری

نائب مدیرِ اعلیٰ
مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر
مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر
عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر
حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ
منظور احمد میو ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر
محمد انور رانا

تزئین و آرائش:
محمد ارشد خرم محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

پاکستان کے خلاف اپنوں اور غیروں کے عزائم!	۴	محمد اعجاز مصطفیٰ
تبلیغی جماعت پر پابندی؟	۸	مولانا محمد حنیف جالندھری
گھریلو جھگڑے (۳)	۱۰	مولانا پیر ذوالفقار نقشبندی مدظلہ
رشوت… قوم کے لئے ناسور	۱۳	مولانا ندیم احمد انصاری
شرعی عذر کی بنا پر کرسی پر نماز	۱۷	مفتی محمد نعیم
مرزائیت اور عدالتی فیصلے	۲۱	مولانا شاہ عالم گورکھپوری
سود حرام ہے	۲۵	مولانا محمد منصور احمد

بیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ
خطیب پاکستان قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ
مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ
مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ
محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ
خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ
فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ
مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ
ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ
جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ
شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ
شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ
حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ
مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ
شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ
شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر
فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019
AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018
(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018
Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)
ایم اے جناح روڈ کراچی، فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰
Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)
Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi
Ph:32780337, 34234476 Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان
فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶، ۰۶۱-۴۵۸۳۴۸۶
Hazori Bagh Road Multan
Ph:061-4583486, 061-4783486

لندن آفس:
35,Stockwell Green
London, SW9 9HZ U.K
Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمن جالندھری — مطبع: القادر پرنٹنگ پریس — طابع: سید شاہد حسین — مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

پاکستان کے خلاف اپنوں اور غیروں کے عزائم!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علی عبادہ الذین اصطفیٰ

۹ ربیع الثانی ۱۴۳۷ھ مطابق ۲۰ جنوری بروز بدھ صبح کے وقت دھند اور تاریکی کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے دہشت گردوں نے باچا خان یونیورسٹی چارسدہ پر حملہ کر کے ایک پروفیسر، ایک گارڈ سمیت ۲۵ افراد کو شہید اور چالیس سے زائد افراد کو زخمی کر دیا۔ اس سانحہ پر پورا ملک سوگوار اور غم زدہ ہے۔ تمام دینی، مذہبی، سیاسی، سماجی اور عام افراد نے اس سانحہ کی مذمت کی اور اس سانحہ میں شہید ہونے والے طلبہ اور طالبات کے لواحقین کے غم کو اپنا غم سمجھا۔ یہ سانحہ آرمی پبلک اسکول پشاور کے سانحہ کے ٹھیک ایک سال ایک ماہ اور چار دن بعد برپا کیا گیا۔ سانحہ پشاور کے بعد ایک ایکشن پلان بنایا گیا، جسے وضع اور ساخت کے دن سے ہی اگرچہ متنازعہ رکھا گیا تھا، لیکن اس کے باوجود تمام مذہبی اور سیاسی جماعتوں نے اُسے قبول کیا، جس سے توقع ہو گئی تھی کہ شاید اس طرح دہشت گردی رُک جائے اور دہشت گردوں کو کیفر کردار تک پہنچایا جا سکے، لیکن ”اے بسا آرزو کہ خاک شدہ“ کا مصداق ابھی تک پاکستان میں نہ دہشت گردی رُکی ہے اور نہ ہی دہشت گردانہ کارروائیوں میں کوئی کمی آئی ہے۔

ذرائع ابلاغ تک رسائی رکھنے والے حضرات وخواتین جانتے ہیں کہ سانحہ چارسدہ سے چند دن پہلے بھارتی وزیر دفاع منوہر پاریکر نے بھارتی علاقہ پٹھان کوٹ کے واقعہ کے بعد کہا تھا کہ: ”وہ اس حملے کا بدلہ پاکستان سے اس طرح لیں گے کہ اس کو دکھ پہنچے اور اس سال پاکستان کو سمجھ آ جائے گا کہ بھارت دہشت گردی میں کہاں تک جاتا ہے۔“

ادھر امریکی صدر باراک اوباما نے اسٹیٹ یونین سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ: ”پاکستان وافغانستان کئی عشروں تک عدم استحکام کا شکار رہیں گے۔“

ایک وقت تھا کہ دنیا دو بلاکوں میں تقسیم تھی: ایک بلاک سوویت یونین کا تھا، جس کی باگ ڈور روس کے ہاتھ میں تھی اور وہ کئی ممالک کو اپنے شکنجے میں لیتے ہوئے افغانستان تک پہنچ چکا تھا اور دوسرا امریکی بلاک تھا، جس کی پیشوائی امریکہ کر رہا تھا۔ روس کو شکست دینے کے لیے امریکہ نے پاکستان کو استعمال کیا، پاکستان نے افغانستان میں برپا روسی جنگ کو اپنی جنگ قرار دیا اور ڈٹ کر اس کا مقابلہ کیا، جس سے روس کو عبرتناک شکست ہوئی۔

دو بلاکوں کی تقسیم ختم ہونے اور امریکہ کے فاتح و سپر پاور بننے کے بعد ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ امریکہ ہو یا افغانستان ہر دو ملک پاکستان کے احسان مند ہوتے، اس کے معاشی اور اقتصادی نقصانات کے ازالہ کی کوشش کرتے اور پاکستان کو ترقی کی شاہراہ پر گامزن ہونے کے لیے ہر ممکن تعاون مہیا کرتے، لیکن اس کے برعکس آج افغانستان کی سرزمین پاکستان کو کمزور کرنے کے لیے استعمال ہو رہی ہے اور امریکہ بہادر بجائے اس دہشت گردی کی مذمت کرنے اور اس

کے کرداروں پر قدغن لگانے کے اُلٹا یہ دھمکی دے رہا ہے کہ پاکستان کئی عشروں تک عدم استحکام کا شکار رہے گا۔ بقول ایک صحافی بھائی کے کہ: سچ تو یہ ہے کہ وہ (امریکی صدر) کوئی پیشن گوئی نہیں کر رہے، بلکہ اپنے منصوبے کی تکمیل کے لیے پاکستان کو عدم استحکام کا شکار کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

پاکستان ہو یا افغانستان، ترکی ہو یا شام، سعودی عرب ہو یا ایران، ہر جگہ فتنہ وفساد، قتل وغارت اور ایک دوسرے کے خلاف دھمکی آمیز بیانات یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟ اور کہاں سے ہو رہا ہے؟ اس کو سمجھنے کے لیے روزنامہ جنگ کے مشہور کالم نگار محترم جناب نصرت مرزا صاحب کے کالم بنام ”پاکستان حملوں کی زد میں“ کے چند اقتباسات کا پڑھنا ضروری ہے، موصوف لکھتے ہیں:

”یہاں بھارت اور امریکہ کے علاوہ افغانستان کے کچھ عناصر سمیت کئی دوسرے ملکوں کا پاکستان کے خلاف مورچہ بنانے کا پروگرام ہے، اس لیے پاکستان، پاک چین اقتصادی راہداری بنا رہا ہے، جس سے اس کی معاشی حالت بدل جائے گی، وہ اسٹریٹجک خودمختاری اور اسٹریٹجک کمپاس بنا ڈالے گا کہ اپنی مرضی سے کس سے دوستی کرے اور کس کو سزا دے۔ اس کے مقابلے میں بھارت خود کو سپر طاقت سمجھ رہا ہے کہ پاکستان کو کھلے عام اور اعلان کر کے نقصان پہنچانے کی بات کر رہا ہے۔ بھارت نے پاکستان اور افغانستان میں پنجے گاڑ لیے ہیں اور اپنا دہشت گردی کا نیٹ ورک منظم کر لیا ہے۔ بھارت کے سلامتی امور کے مشیر اجیت ڈول یہ کہتے سنے گئے کہ وہ چین پاکستان اقتصادی راہداری نہیں بننے دیں گے، چاہے اس کے لیے انہیں داعش سے مدد ہی کیوں نہ لینا پڑے، وہ مدد شاید انہوں نے حاصل کر لی ہے، اس کے ساتھ ساتھ پاکستان نے سعودی عرب اور ایران کے درمیان صلح کرانے کی مہم شروع کر رکھی ہے جس سے امریکہ، بھارت اور دنیا کے کئی ممالک ناراض ہیں۔ ترکی نے ایسا کرنے کا کہا ہی تھا کہ اس کے ملک میں خودکش حملہ ہو گیا، انڈونیشا نے بھی ابھی یہ بات کہی ہی تھی کہ وہ مصالحتی کردار ادا کرنے کو تیار ہے تو اس کے ملک میں اقوام متحدہ کے دفتر پر حملہ ہو گیا، جس سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ ایران اور سعودی عرب کے درمیان کشیدگی پھیلانا اور ان کو حالت جنگ میں لانا امریکی ومغربی منصوبہ ہے۔ اس لیے جو کوئی بھی اس میں ہاتھ ڈالتا ہے، اس کے ہاتھ جلا دیے جاتے ہیں۔ پاکستان کے وزیراعظم اپنے ہمراہ آرمی چیف جنرل راحیل شریف کو لے کر اس مشن پر نکل پڑے اور تابڑ توڑ حملے شروع ہو گئے۔ یہ اس لیے نہیں ہوئے ہیں کہ ضرب عضب کام نہیں کر رہا، بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ دشمنوں نے اپنی کارروائیاں بڑھا دی ہیں، وہ افغانستان میں محفوظ پناہ گاہوں میں بیٹھ کر منصوبہ بندی کرتے ہیں اور پاکستان کی کمزور جگہوں پر حملہ کرتے ہیں۔ اسکولوں، یونیورسٹی پر حملہ کرنا شرمناک ہے اور یہ دہشت گرد یہ سب اسلام کے نام پر کرتے ہیں۔ اچھا ہے کہ اب علمائے کرام نے کھل کر ان کی مخالفت شروع کر دی ہے۔ سوال یہ ہے کہ پاکستان میں دہشت گردوں میں تیزی کیا اس وجہ سے آئی ہے کہ بھارت پٹھان کوٹ کا بدلہ لے یا پھر چین پاکستان اقتصادی راہداری میں رکاوٹ ڈالنا ہے یا پھر مصالحت کرانے کی کوشش کا شاخسانہ یا وہ پاکستان کے ایٹمی پروگرام کے در پے ہیں۔ ہمارے خیال سے یہ ساری باتیں یکجا ہو گئی ہیں۔“

(روزنامہ جنگ کراچی، ۲۵؍جنوری ۲۰۱۶ء)

....

دہشت گردوں کی ان بزدلانہ کارروائیوں کی بنا پر انتظامیہ نے ملک بھر کے تمام عصری وتعلیمی اداروں میں دہشت گردوں سے نمٹنے اور ان سے نبرد آزما ہونے کے لیے اساتذہ کو مسلح ہونے، اسلحہ چلانے اور طلبہ کو دہشت گردوں سے بچنے کا طریقہ سکھلانے کے نام پر خوف وہراس پھیلا دیا ہے، جس سے طلبہ خوف زدہ اور ذہنی طور پر بہت زیادہ پریشان اور ماؤف نظر آتے ہیں۔

سوچنے کی بات ہے کہ جب ایک استاذ یا ایک طالب علم ذہنی طور پر پریشان ہو گا یا اس پر کوئی خوف طاری ہو گا تو وہ کس طرح پڑھا پائے گا یا پڑھ پائے

گا۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہم اپنے ان بچوں اور طلبہ کو تسلی دیتے، ان کو حوصلہ دیتے کہ دشمن کمزور ہو رہا ہے، وہ اپنی جنگ ہار چکا ہے، جس کی بنا پر وہ جاتے جاتے ان اوچھے ہتھکنڈوں کو آزما رہا ہے، اس لیے آپ سب کو بہادر بننے کی ضرورت ہے، ہم اور آپ مل کر ان دہشت گردوں کو شکست دے سکتے ہیں۔

وزیر داخلہ محترم جناب چوہدری نثار علی خان نے درست فرمایا ہے کہ:

''دہشت گردی کے خلاف بندوق کی جنگ تو سیکورٹی اداروں کی کاوشوں سے جیت رہے ہیں، لیکن نفسیاتی طور پر ہار رہے ہیں۔

پنجاب میں اسکول بند کر کے دہشت گردوں کی حوصلہ افزائی کی گئی۔ خیبر پختون خوا نے اسکول بند نہ کر کے اچھی مثال قائم کی۔''

(روزنامہ جنگ کراچی، ۲۹؍جنوری ۲۰۱۶ء)

ملکی اخبارات اور سوشل میڈیا میں یہ خبر آئی ہے کہ پنجاب حکومت نے تبلیغی جماعت کی دعوت و تبلیغ پر تعلیمی اداروں میں پابندی لگا دی ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ دہشت گرد تبلیغی جماعت کے روپ میں ان اداروں میں گھس کر کارروائی کر سکتے ہیں۔

زمانہ اس قدر قائل ہوا ہے فیض جھوٹوں کا
جو سچ کہتے ہیں ان کی ایک بھی مانی نہیں جاتی

تبلیغی جماعت کوئی ایسی جماعت نہیں جس کی کارکردگی مخفی ہو یا ان کے ایسے عزائم ہوں جو کسی کو معلوم نہ ہوں۔ پوری دنیا جانتی ہے کہ یہ پرامن جماعت ہے جو اللہ تعالیٰ کے بندوں کو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی دعوت دیتی ہے اور پوری دنیا کے انسانوں کے لیے وہ فکر کرتی ہے، وہ تو لوگوں کو کہتے ہیں کہ ہم سب کی دنیا اور آخرت کی پوری کی پوری کامیابی اللہ تعالیٰ کے احکامات ماننے اور رسول اللہ ﷺ کے طریقوں کو اپنانے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور خاتم الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے طریقے ہماری زندگی میں کس طرح آئیں گے؟ اس کے لیے ایک محنت کی ضرورت ہے۔ اور مزید یہ کہ ان کی دعوت و تبلیغ کے نام پر محنت چھ نمبروں میں دائر رہتی ہے: ۱:......کلمہ طیبہ، ۲:......علم، ۳:......نماز، ۴:......ذکر، ۵:......اکرام مسلم، ۶:......دعوت و تبلیغ۔ پھر ہر ایک کے فضائل بتائے اور سنائے جاتے ہیں، جس سے آدمی برضا و رغبت اپنی خوشی سے اس محنت کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔ راہِ راست سے دور کتنا لوگ ان کی دعوت سے راہِ راست پر آ گئے، بے نمازی نمازی بن گئے، لٹیرے امانت دار بن گئے، راہزن راہبر بن گئے، جن کی مثالیں دینا شروع کریں تو کئی دفتر اور رجسٹر بھر جائیں گے۔

دنیا میں اسلام اور مسلمانوں کے خلاف دہشت گردی کے نام پر جاری جنگ میں کسی کافر سے کافر ملک نے بھی تبلیغی جماعت پر یہ الزام نہیں لگایا کہ یہ منافرت پھیلاتے ہیں اور پاکستان بھر میں بھی کسی عقیدہ اور مسلک والے نے آج تک علانیہ تبلیغی جماعت کے بارہ میں یہ نہیں کہا کہ یہ فرقہ واریت پھیلاتے ہیں، مسلکی منافرت پھیلاتے ہیں یا ہمارے عقیدہ پر یہ تنقید کرتے ہیں۔ تبلیغی احباب تو حتی الوسع دینی مسائل تک بتانے سے احتراز کرتے ہیں کہ اس سے دعوت والے کام میں فرق آتا ہے، لیکن آج مسلم لیگ کی پنجاب حکومت یہ کارنامہ سرانجام دے رہی ہے کہ تبلیغی جماعت پر پابندی لگا رہی ہے۔

ہر باشعور اور دانشمند آدمی سمجھتا ہے کہ یہ لبرل پاکستان بنانے کی بھونڈی کوشش ہے، جسے ایک عرصہ سے دھیرے دھیرے آگے بڑھایا جا رہا ہے اور یوں لگ رہا ہے کہ بیوروکریسی اور نوکر شاہی میں ایسے بے دین، بدعقیدہ، قادیانی اور ملحد لوگ ''حکومتی شریفوں'' پر حاوی ہو چکے ہیں جو انہیں دین کے خلاف، دینی جماعتوں کے خلاف، مسجد اور مدرسہ میں دینی تعلیم و تعلم میں مصروف طلبہ، علماء اور محب دین عوام کے خلاف بھڑکا اور ابھار رہے ہیں۔ انہیں یہ معلوم نہیں کہ ان اوچھے ہتھکنڈوں سے دین کا تو کچھ نہیں بگڑے گا، اس لیے کہ یہ دین تو اللہ تعالیٰ کا ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کرنا جانتا ہے۔ اس نے فرعون کے خلاف

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کھڑا کیا۔ نمرود کے مقابلہ میں ایک مچھر سے کام لیا۔ بیت اللہ کی حفاظت ابابیلوں سے کرائی۔ دور کیوں جایئے! محترم ذوالفقار علی بھٹو مرحوم کی حمایت کرنے والے قادیانیوں کے خلاف اللہ تعالیٰ نے بھٹو مرحوم سے ہی کام لیا اور ان کو پاکستانی دستور میں غیر مسلم اقلیت قرار دیا، لیکن دین کے خلاف کام کرنے والے ضرور عبرت کا نشان بنتے رہے ہیں اور بنتے رہیں گے۔ یوں لگ رہا ہے کہ جس طرح بیرونی ہاتھ اور ان کے آلۂ کار پاکستان کو غیر مستحکم کرنے اور اس کی سرحدوں کو غیر محفوظ کرنے کی کوششوں میں ہیں، اسی طرح یہ غیر مرئی اندرونی ہاتھ بھی پاکستان کو خلفشار اور ہیجان کی کیفیت میں مبتلا کرنے اور اس کے اسلامی تشخص کو مٹانے کے درپے ہیں۔ یہ صرف ہماری رائے نہیں، بلکہ ہر سنجیدہ اور باشعور آدمی ان حکومتی اقدامات سے یہی تاثر لے رہا ہے، چنانچہ جمعیت علمائے اسلام کے امیر حضرت مولانا فضل الرحمن صاحب حفظہ اللہ نے حالات کی صحیح عکاسی اور حکومتی عزائم سے پردہ اُٹھاتے ہوئے درست فرمایا ہے کہ حکومتی ادارے یہ چاہتے ہیں کہ مولوی جذباتی ہو کر کوئی ایسا اقدام کریں کہ وہ قانون کے شکنجے میں آ جائیں، اس بیان کی مزید وضاحت درج ذیل خبر میں ملاحظہ فرمائیں:

> ''اسلام آباد (ایجنسیاں) جمعیت علماء اسلام (ف) کے سربراہ مولانا فضل الرحمن نے کہا ہے کہ ایران سعودی عرب تنازع میں پاکستان کا کردار غیر جانبدارانہ ہے، ہم کسی بھی صورت اس جنگ کے حق میں نہیں ہیں، مگر حرمین شریفین کی طرف بڑھنے والے ہاتھوں کو کاٹ دیا جائے گا۔ نیشنل ایکشن پلان پر تحفظات کا اظہار کیا تھا، مگر کسی نے کان نہیں دھرے، ملک میں امن کے لیے ایکشن پلان کی حمایت کی، مسلمان ملکوں میں جان بوجھ کر حالات خراب کیے جا رہے ہیں۔ مساجد اور مدارس پر چھاپے مار کر کس کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کی کوشش کی جا رہی ہے؟ صاف صاف بتا دیا جائے کہ ہمیں مدارس نہیں چاہئیں۔ دہشت گردی کے خلاف طاقت استعمال کرنے کے فلسفے پر نظر ثانی کرنا ہوگی۔ جامعہ حفصہ کو مسئلہ بنا کر مدارس اور مساجد کو نشانہ بنایا جا رہا ہے، ہم جہاد والا اسلام نہیں مانگ رہے، ہمیں جمہوریت والا اسلام چاہیے۔ ادارے چاہتے ہیں کہ مولوی جذباتی ہو جائیں اور قانون کے شکنجے میں آ جائیں۔ تبلیغی جماعت پر پابندی مضحکہ خیز ہے، ایسا تو مارشل لاء میں بھی نہیں ہوا، کچھ قوتیں ملکی حالات خراب کر رہی ہیں.......... معاملات کو اگر تدبر کے ساتھ سلجھایا جائے تو بہتر ہے، جنگ مسائل کا حل نہیں ہے، پوری دنیا میں مسلمانوں کو صرف اس لیے نشانہ بنایا جا رہا ہے کہ طاغوتی طاقتیں اسلام سے خائف ہیں۔ سعودی عرب ایران جنگ کے مخالف ہیں اور پاکستان کے ثالثی کے کردار کو سراہتے ہیں۔ پاکستان میں مذہبی لوگوں کو لڑایا جا رہا ہے، محرم اور ربیع الاول کے جلوسوں کے حوالے سے نئی قانون سازی ضروری ہے، مگر بعض ایسی قوتیں جو در پردہ بیرونی آلۂ کار ہیں وہ کسی صورت پاکستان میں مذہبی رواداری کے حق میں نہیں ہیں، جس میں بعض ہمارے اپنے لوگ بھی شامل ہیں جو فرقہ واریت کو پروان چڑھا کر ایک مذہبی طبقے کو دوسرے مذہبی طبقے کے سامنے کھڑا کر رہے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مغرب کے مفاداتی نظام کی ترجیحات بدل گئی ہیں، ۹۰ء کی دہائی کے بعد سیاسی مخالفوں کو پکڑ کر ان پر مالی بدعنوانی کا الزام لگا دیا جاتا تھا، اسی لیے نائن الیون کے بعد جس کو بھی پکڑا گیا اس پر دہشت گردی کا لیبل لگا دیا گیا، جس کا سب سے زیادہ نقصان مسلمانوں کو ہوا، مدارس، مساجد اور علماء کو نشانہ بنایا گیا اور اب پھر مساجد اور علماء کو نشانہ بنانے کی باتیں ہو رہی ہیں۔ کچھ قوتیں ملک کے حالات خراب کر رہی ہیں، جامعہ حفصہ جیسے مسائل دینی مدارس کو پیچھے دھکیلنے کے لیے کھڑے کیے جاتے ہیں، ملک میں مسلح جماعتیں موجود ہیں، لیکن امن کے نام پر مدارس کے تقدس کو پامال کیا جا رہا ہے۔'' (روزنامہ جنگ کراچی، پیر، یکم فروری ۲۰۱۶ء)

خلاصہ یہ کہ پاکستان غیروں اور اپنوں کے نشانے پر ہے اور پاکستان کے اسلامی تشخص کو مٹانے کی کوششیں کی جا رہی ہیں، لیکن ان شاء اللہ! دینی طبقہ اور پاکستانی عوام بھی متحد ہو کر اپنی افواج کے شانہ بشانہ اپنے وطن کے ایک ایک چپہ کی حفاظت کے ساتھ ساتھ پاکستان کے اسلامی تشخص کی بھی حفاظت کریں گے اور کسی پاکستان دشمن اور دین دشمن کو ان ناپاک عزائم میں کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ سیدنا محمد وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین

تبلیغی جماعت پر پابندی؟

مولانا قاری محمد حنیف جالندھری

اس بات میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ملک پاکستان ہمارے لئے کسی نعمت عظمیٰ سے کم نہیں، اس کے حصول کے لئے ہمارے اکابرین اور بزرگوں نے بے شمار قربانیاں دیں، پاکستان کا مطلب کیا، لا الہ الا اللہ کے نعرے لگائے، ان کا تصور یہ تھا کہ ایک علیحدہ ریاست میں ہم اپنی عبادات اور مذہبی روایات کے لئے بالکل آزاد ہوں گے۔ مسلمان باہمی محبت و اخوت سے رہیں گے، اپنے فیصلے خود کریں گے، وہاں امن ہوگا، سلامتی ہوگی، ایک اسلامی معاشرہ تشکیل پائے گا...... مگر صد افسوس کہ حالات کے جبر نے ان کا یہ خواب شرمندہ تعبیر نہ ہونے دیا، یہاں مفادات کا کھیل شروع ہوگیا، غلط فیصلوں اور پالیسیوں کے باعث یہاں کا امن و امان غارت ہو کر رہ گیا، کرپشن اور لوٹ مار عروج پر پہنچ گئی، خزانے خالی ہوگئے، ادارے تباہ و برباد ہو کر رہ گئے، نصاب تعلیم کا تیاپانچہ کر کے رکھ دیا گیا، پالیسیاں درآمد کی گئیں، ذاتی مفادات و ضروریات کے لئے غریب عوام پر قرضوں کا بوجھ لاد دیا گیا محب وطن عوام کو مہنگائی، بے روزگاری، رشوت، ناانصافی، تھانہ کچہری کلچر اور فحاشی و عریانی کے سوا کچھ نہ دیا گیا۔

پاکستان اسلامی جمہوری مملکت ہے اس کے آئین میں اسلامی تعلیمات کو فروغ دینے اور عوام کو ایسا ماحول، وسائل اور سہولتیں مہیا کرنے کی ضمانت دی گئی ہے جس کے نتیجے میں وہ اپنی زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھال سکیں، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ریاست کی ذمہ داریوں میں شامل ہے، ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ حکومت کی نگرانی میں ایسی تبلیغی جماعتیں تشکیل دی جاتیں جو پاکستانی معاشرے میں امر بالمعروف اور دعوت و تبلیغ کا فریضہ سرانجام دیتیں، معاشرے سے برائیوں کے خاتمے کے لئے جدوجہد کرتیں، یہاں اسلامی تعلیمات کو عام کرتیں، اسلامی روایات اور کلچر کو فروغ دیا جاتا، اس کام کے لئے حکومت کی طرف فنڈز فراہم کیے جاتے، نوجوانوں کو بے راہ روی کا شکار ہونے سے روکا جاتا مگر صد افسوس کہ پاکستان میں ایسا نہ ہو سکا، الٹا یہ کہ حکومت کے حصے کا کام رضا کارانہ بنیادوں اور اپنی مدد آپ کے تحت کام کرنے والے دینی مدارس کو پریشان اور ہراساں کیا جاتا ہے، ان کے خلاف جھوٹا پروپیگنڈہ اور طرح طرح کے حربے آزمائے جاتے ہیں اور اب تو ایک قدم مزید آگے بڑھ کر اس حکومتی اور آئینی ذمہ داری کا بوجھ اٹھانے والی "تبلیغی جماعت" پر بھی پنجاب کے تعلیمی اداروں میں پابندی عائد کر دی گئی حالانکہ اسلامی تعلیمات کو عام کرنے کے سلسلے کو محدود کرنا یا اس پر پابندی لگانا آئین پاکستان کی بھی خلاف ورزی ہے۔

دعوت و تبلیغ اسلام کا بنیادی فریضہ ہے۔ قرآن کریم میں بڑی وضاحت کے ساتھ فرمایا گیا کہ "تم مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت ضرور ہونی چاہیے جو نیکی کا حکم دے اور برائی سے روکے۔" پاکستان میں دوسری جماعتیں یا سیاسی ہیں یا فرقہ وارانہ ہیں تبلیغی جماعت وہ واحد جماعت ہے جو قرآن کریم کے اس حکم کو پورا کرتی ہے، حکومت سے کوئی فنڈز اور امداد لیے بغیر اپنی مدد آپ کے تحت عظیم خدمت سرانجام دے رہی ہے تبلیغی جماعتوں نے کبھی نفرت کی بات نہیں کی، فرقہ واریت اور تشدد کی بات نہیں کی، ہمیشہ محبتیں پھیلائی ہیں، اصلاح معاشرہ کے لئے جدوجہد کی ہے، تبلیغی جماعت پر کسی قسم کی پابندی عائد کرنا اشاعت دین پر پابندی لگانے کے مترادف ہے۔

پاکستان ایک اسلامی مشرقی ملک ہے جس کے اسلامی تشخص کو برقرار رکھنا ہمارے حکمرانوں کے فرائض میں شامل ہے، موجودہ ذرائع ابلاغ کی وجہ سے پوری دنیا میں بے حیائی و فحاشی مسلسل پھیل رہی ہے ہماری اسلامی اور مشرقی روایات کا تقاضا ہے کہ ہم اپنی نسلوں کو شرم و حیا اور عفت و پاکدامنی کا ماحول مہیا کریں۔ فحاشی و عریانی کے اس سیلاب کے سامنے بند باندھیں، اس وقت تبلیغی جماعت واحد جماعت ہے جو نوجوان نسل کو شرم و حیا اور پاکدامنی کا درس دیتی ہے، اس پر پابندی کا مطلب ہے کہ ہمیں اپنی آئندہ نسلوں کی عزت و عصمت عزیز نہیں اور ہم انہیں پاکیزہ اسلامی ماحول کی بجائے گناہوں اور بے حیائی کے گڑھوں میں دھکیلنا چاہتے ہیں۔

تبلیغی جماعت پارلیمانی یا غیر پارلیمانی سیاست سے دور رہتے ہوئے خالص دینی امور کی دعوت دیتی ہے، اللہ کے بندوں کو اللہ کے گھر تک لانے، ان میں خوف آخرت کے تحت عمل کا جذبہ ابھارنے، اسلام کے آفاقی پیغام کو عام کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہے، انتہا پسندی اور فرقہ واریت کی تنگ گھاٹیوں کی بجائے امت کو اسلام کی وسیع شاہراہ عمل پر ڈالنے کے لئے کوشاں ہے، اس پر پابندی کا مطلب یہ ہے کہ خیر کے ان تمام دروازوں کو بند کر دیا جائے۔ پوری دنیا کے مسلمانوں

کا مشاہدہ ہے کہ جماعت کی وجہ سے لاکھوں انسانوں کی زندگی میں خوشگوار انقلاب آیا، بے شمار چور، ڈاکو، خائن، رشوت خور، علماز مین اور سودخوروں نے توبہ کی اور اپنی اپنی نسلوں کی زندگیوں کو اسلام کے نور سے منور کیا۔ اس جماعت پر پابندی کا مطلب یہ ہے کہ ہم معاشرہ میں دیانت، ایمانداری اور فرض شناسی کی بجائے خیانت، کرپشن اور بے عملی کو فروغ دینا چاہتے ہیں۔

تبلیغی جماعت نے اپنے قیام سے لے کر آج تک اتحاد وحدت کا پیغام دیا ہے، تبلیغی بزرگوں کی زندگیاں اس کی شاہد ہیں کہ انہوں نے فرقہ واریت اور نفرت کی بجائے ہمیشہ وحدت امت اور محبت کی بات کی ہے۔ اس پر پابندی نہایت ناعاقبت اندیشانہ اقدام ہے۔

کس قدر مقام افسوس ہے کہ یونیورسٹیوں، کالجوں اور سرکاری تعلیمی اداروں میں موسیقی کی محفلیں، مخلوط اجتماعات، فلمی ایکٹروں اور ایکٹرسوں کے آنے جانے پر کوئی پابندی نہیں، ان کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے، بے حیائی، فحاشی و عریانی کو فن کا درجہ دے دیا گیا ہے مگر قرآن وحدیث اور اسلام کا پیغام پہنچانے اور نام لینے پر پابندی ہے، قوم کو ایک مسلمان حکومت سے اس اقدام کی ہرگز امید نہ تھی، موجودہ نازک حالات میں اس قسم کے اقدامات سے ملک دشمن قوتیں فائدہ اٹھاتی ہیں، اس لئے ہمارا مطالبہ ہے کہ پنجاب حکومت فی الفور اپنا یہ فیصلہ واپس لے اور اپنے اس اقدام پر پوری قوم سے معافی مانگے اور تبلیغی جماعت جس مبارک محنت میں مصروف عمل ہے اس کی تائید کی جائے، اس کے لیے سہولیات بہم پہنچائی جائیں اور تبلیغی جماعت کی مکمل پشت پناہی کی جائے۔

☆☆..........☆☆

مولانا فضل الرحمٰن کی جامعہ خیر المدارس آمد

دینی مقاصد اور مدارس دینیہ کے دفاع کی مشترکہ جدوجہد پر اتفاق

مدارس کی حریت وآزادی پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے

دینی اقدار وروایات کے معاملے میں کسی کو کسی شکل میں شب خون نہیں مارنے دیں گے اور نہ ہی علماء وطلباء پر کوئی قدغن قبول کی جائے گی:

مولانا فضل الرحمٰن، قاری محمد حنیف جالندھری کا مشترکہ بیان

ملتان..... مولانا فضل الرحمٰن کی جامعہ خیر المدارس آمد، مولانا محمد حنیف جالندھری سے طویل مشاورت، اسلامی اقدار کے تحفظ، دینی مقاصد اور مدارس دینیہ کے دفاع کی مشترکہ جدوجہد پر اتفاق، مدارس کی حریت وآزادی پر کوئی آنچ نہیں آنے دیں گے، پاکستان ہمارے اکابر کی میراث اور ہمارا گھر ہے اس کے استحکام کے لئے بھرپور کردار ادا کریں گے، دینی اقدار وروایات کے معاملے میں کسی کو کسی شکل میں شب خون نہیں مارنے دیں گے اور نہ ہی علماء وطلباء پر کوئی قدغن قبول کی جائے گی دونوں رہنماؤں کا مشترکہ عزم۔ تفصیلات کے مطابق جمعیت علماء اسلام کے رہنماء مولانا فضل الرحمٰن پاکستان کی قدیم اور معروف دینی درسگاہ جامعہ خیر المدارس تشریف لائے۔ جامعہ کے مہتمم مولانا محمد حنیف جالندھری اور جامعہ کے اساتذہ وطلباء نے مولانا کا استقبال کیا۔ اس موقع پر مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا محمد حنیف جالندھری کی طویل ون ٹو ون ملاقات ہوئی جس میں موجودہ عالمی اور ملکی حالات، دینی مدارس کے بارے میں حکومتی پالیسیوں اور وطن عزیز میں دینی اقدار وروایات سمیت دیگر اہم امور پر غور وخوض اور مشاورت کی گئی۔ اس موقع پر دونوں رہنماؤں نے اسلامی اقدار وروایات کے تحفظ اور دینی مدارس کی حریت وآزادی کے لئے مشترکہ جدوجہد پر اتفاق کا اعادہ کیا۔ اس موقع پر دونوں رہنماؤں نے اس عزم کا اظہار کیا کہ مدارس میں اصلاحات کی آڑ میں کسی قسم کا بیرونی ایجنڈہ ہرگز مدارس پر مسلط نہیں ہونے دیں گے بلکہ اس وقت ملک میں عموی نظام ونصاب تعلیم میں نظریہ پاکستان اور آئین پاکستان کی روشنی میں اصلاحات کی کوشش کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت ضرورت اس امر کی ہے کہ مدارس میں اصلاحات کا راگ الاپنے کی بجائے پاکستان سے طبقاتی نظام تعلیم کا خاتمہ کر کے پاکستان کے نظام تعلیم کو قیام پاکستان کے مقاصد سے ہم آہنگ کیا جائے۔ مولانا فضل الرحمٰن اور مولانا محمد حنیف جالندھری نے اس بات کا بھی اعلان کیا کہ دینی اقدار و روایات پر کسی شکل میں کسی جانب سے کوئی شب خون مارنے دیں گے نہ ہی مذہبی طبقات پر کوئی قدغن قبول کی جائے گی۔ اس موقع پر مولانا محمد حنیف جالندھری کی جانب سے مولانا فضل الرحمٰن کے اعزاز میں پرتکلف عشائیہ کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں جامعہ خیر المدارس کے اساتذہ مولانا محمد ازہر، ناظم جامعہ مولانا نجم الحق، مولانا اکبر، مولانا احمد حنیف سمیت مختلف شعبہ ہائے زندگی کے دیگر افراد بھی شریک ہوئے۔ مولانا فضل الرحمٰن نے اپنے دورہ خیر المدارس کے دوران جامعہ کے شیخ الحدیث مولانا صدیق کی عیادت کی اور ان سے اپنی دینی اور سیاسی جدوجہد کی کامیابی کے لئے دعا کی درخواست کی۔ جامعہ خیر المدارس کے فاضل اور جامعہ قاسم العلوم کے مہتمم صاحبزادہ مولانا اسعد محمود بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ (۲۸ رجنوری ۲۰۱۶ء)

گھریلو جھگڑے

آخری قسط

مولانا حافظ پیر ذوالفقار نقشبندی مدظلہ

ماں کا مقام:

اور حدیث پاک میں آتا ہے کہ اللہ رب العزت شب قدر میں بڑے بڑے گناہگاروں کی مغفرت فرمادیتے ہیں، لیکن جو ماں باپ کا نافرمان ہوتا ہے شب قدر میں بھی اللہ اس کی مغفرت نہیں فرمایا کرتے۔ (شعب الایمان، حدیث: ۳۶۹۵)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک صحابی آئے اور کہنے لگے: اے اللہ کے نبی! مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہوگیا ہے، کیا میرے لئے توبہ کا کوئی راستہ ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا: کیا تیری والدہ زندہ ہے؟ اس نے کہا: اے اللہ کے نبی! میری ماں تو فوت ہوچکی، پوچھا تمہاری خالہ ہے؟ عرض کیا: جی وہ زندہ ہے۔ فرمایا: جاؤ اپنی خالہ سے حسن سلوک کرو، اللہ تمہارے بڑے گناہ کو بخش دے گا۔

(اخرجہ الترمذی، جامع الاصول، حدیث: ۲۰۳)

ادلے کا بدلہ:

اور جو شخص اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرتا ہے، اس کی آنے والی اولاد کل اس کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے گی۔ یہ ہے ''ادلے کا بدلہ'' یعنی ''جیسی کرنی ویسی بھرنی'' جو نوجوان لڑکے لڑکیاں آج اپنے ماں باپ کی خدمت کریں گے کل جب ان کی شادیاں ہوں گی، اللہ ان کو بھی فرمانبردار اولاد عطا فرمائیں گے۔ کیا مزے کی بات ہے۔

اس لئے نوجوان بچے اور بچیوں کو چاہئے کہ خدمت کر کے ماں باپ کو راضی کریں تا کہ ان کی اولاد ان کو راضی کرے اور اس کے ذریعے سے اللہ رب العزت بھی ان سے راضی ہوجائیں گے۔

اگر ماں باپ فوت ہوجائیں تو...:

اس لئے شریعت نے کہا کہ اگر ماں باپ فوت ہوجائیں تو بندے کو چاہئے کہ جو ماں باپ کے تعلق والے تھے، ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرے، مثلاً: ایک بندہ کہتا ہے کہ میں اپنی ماں کی خدمت نہ کرسکا اور وہ فوت ہوگئی تو اس کو چاہئے کہ اب وہ اپنی خالاؤں کی خدمت کرے، اگر خالہ بھی کوئی نہیں ہے تو ماں جن سے تعلق رکھتی تھی، جن کو وہ اپنے قریبی سمجھتی تھی، اگر ان کا اکرام کروگے تو تمہیں اپنی والدہ کا اکرام کرنے کا ثواب دیا جائے گا۔

والدین کی خدمت کا صلہ:

یہ عمل اللہ رب العزت کو اتنا پسند ہے کہ انسان کو دنیا کی مصیبتوں سے بھی بچاتا ہے۔ چنانچہ بخاری شریف کی روایت ہے کہ بنی اسرائیل کے تین بندے سفر پر نکلے، بارش ہوگئی تو اس سے بچنے کے لئے وہ غار کے اندر چلے گئے، بارش کی وجہ سے ایک بڑی چٹان گری اور غار کے منہ کے اوپر آگئی، اتنی وزنی تھی کہ تینوں نے مل کر زور لگایا، مگر وہ ہلتی ہی نہیں تھی۔ اب کوئی وہاں تھا ہی نہیں جو ان کی مدد کرے، تینوں زور لگا کر جب تھک گئے اور عاجز آگئے تو اب ان کو موت آنکھوں کے سامنے نظر آنے لگ گئی کہ غار کا منہ بند ہے، ہم بھوکے پیاسے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر یہیں مر جائیں گے، اس وقت انہوں نے سوچا کہ اللہ رب العزت کے سامنے اپنے کوئی عمل پیش کرنے چاہئیں، جن عملوں کو قبول کر کے اللہ ہمیں اس مصیبت سے نجات دے دے، چنانچہ انہوں نے اپنے اپنے عمل پیش کئے۔

ان میں سے ایک نے یہ کہا کہ میں بکریاں چراتا تھا اور جب گھر واپس آتا تو میں اپنی والدہ کو دودھ پلایا کرتا تھا، ایک رات جب میں آیا تو والدہ سوچکی تھی، میں دودھ لے کر کھڑا رہا کہ والدہ کی آنکھ کھلے گی تو میں دودھ دوں گا۔ یا اللہ! وہ پوری رات سوتی رہیں، ان کی آنکھ نہیں کھلی اور میں پوری رات ہاتھ میں دودھ کا گلاس لے کر انتظار کرتا رہا، اگر یہ میرا عمل آپ کو پسند ہے تو ہمیں اس مصیبت سے نجات دیجئے، اس عمل کی برکت سے اللہ رب العزت نے غار کے منہ کا تیسرا حصہ کھول دیا۔

پھر دوسرے نے اپنا عمل پیش کیا کہ میری ایک کزن تھی، میرا اس کے ساتھ نفسانی شہوانی تعلق تھا، میں نے کسی بہانے سے اس کو زنا پر آمادہ کرلیا، جب میں زنا کرنے لگا تو اس وقت اس نے مجھے کہا کہ تم اللہ کی مہر کو کیوں توڑتے ہو؟ جو چیز شریعت میں تمہارے لئے حرام ہے، تم اس کا ارتکاب کیوں کرتے ہو؟ اس کی بات میرے دل پر ایسی بیٹھ گئی کہ موقع کے باوجود میں نے اس کو بھیج دیا اور اس گناہ کا ارتکاب نہیں کیا۔ اے اللہ! اس عمل کو قبول کرلے، چنانچہ اس عمل کی وجہ سے اللہ رب العزت نے غار کا منہ ایک تہائی مزید کھول دیا۔

پھر تیسرے نے اپنا عمل پیش کیا کہ میں نے بکریاں پالیں، میرا ایک پارٹنر تھا، کچھ عرصے کے بعد وہ چلا گیا، میں اس کے مال کو اسی طرح بڑھاتا رہا، کئی سالوں کے بعد جب وہ آیا اور اس نے مانگا تو میں نے اس کا پورا مال اسے دے دیا، وہ حیران ہوگیا اور

سارا مال لے کر چلا گیا۔ اے اللہ! میں نے آپ کے لئے یہ عمل کیا، اگر یہ آپ کو پسند ہے تو ہمیں نجات دیجئے، وہ چٹان منہ سے ہٹ گئی اور اللہ رب العزت نے تینوں کو اس مصیبت سے نجات عطا کر دی۔

(صحیح بخاری، حدیث: ۲۲۱۵)

اپنے فرائض کا خیال رکھیں:

اب یہاں یہ بات سوچنے کی ہے کہ ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک بھی ان اعمال میں سے ایک ہے کہ جن اعمال کا واسطہ دیا جائے، اس عمل کی برکت سے اللہ بندے کو دنیا کی مصیبتوں سے بھی بچا دیتے ہیں، اس لئے نوجوان بچوں کو چاہئے کہ وہ بھی اپنے ماں باپ کی خدمت کریں، ان کی دعائیں لیں اور ماں باپ کو چاہئے کہ وہ اولاد کے ساتھ پلنگ اور چارپائی والا معاملہ نہ کریں کہ ادھر سے اٹھا کر ادھر رکھ دی، ذرا سی بات پر ڈانٹ پلا دی، وہ بھی ان کو انسان سمجھیں، ان کی بات کو سنیں اور ان کو سمجھانے کی کوشش کریں۔ زبردستی اپنی رائے بچوں پر ٹھونسنے کے بجائے ان بچوں کو سمجھانا چاہئے، نفع نقصان بتانا چاہئے، تاکہ بچے اپنی خوشی کے ساتھ ایک کام کو کر رہے ہوں، ماں باپ کو بھی اس کا خیال کرنا چاہئے۔

اور اولاد کو بھی خیال کرنا چاہئے، اگر بالفرض ماں باپ خیال نہیں کر پاتے تو کیا پھر بھی نوجوان کو خیال نہیں رکھنا چاہئے.... شریعت کہتی ہے کہ ماں باپ نے اگر خیال نہ بھی رکھا تمہیں اجر تب ملے گا جب تم اس کے باوجود ان کی خدمت کرو گے۔ حیرت کی بات ہے کہ شریعت کہتی ہے ماں باپ اگر کافر ہیں اور مشرک ہیں تب بھی ان کے ساتھ حسن سلوک کا معاملہ کرو، فرمایا:

"وصاحبهما في الدنيا معروفا۔"

(لقمان:۱۵)

ترجمہ: "اور دنیا میں ان کے ساتھ بھلائی سے رہو۔"

کافر اور مشرک ماں باپ کے ساتھ اگر اچھائی کا حکم ہے تو جو ایمان والے ماں باپ ہیں جنہوں نے بچے کو چھوٹی عمر میں کلمے کی نعمت دے دی، ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنا اللہ تعالیٰ کو کتنا پیارا لگتا ہوگا...!!

لہٰذا اگر بہن بھائی آپس میں محبت و پیار سے رہیں، اولاد ماں باپ کے ساتھ محبت و پیار سے رہے، ان کی خدمت کرے تو گھر پھر ایک جنت کا نمونہ بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گھر میں عزتیں دیتے ہیں، صحت دیتے ہیں، رزق میں برکتیں دیتے ہیں اور اولاد میں برکتیں دیتے ہیں، موت بھی آتی ہے تو ایمان پر آتی ہے اور آخرت میں بھی حساب آسان اور جنت میں جانا بھی آسان۔ اس عمل پر اللہ رب العزت کی کتنی رحمتیں ہوتی ہیں!...؟

اللہ کی رضا والدین کی رضا میں ہے:

یہ پکی بات ہے کہ اللہ کی رضا والدین کی رضا میں ہے۔ جب تک والدین راضی نہ ہوں گے، بندے کے اعمال بھی قبول نہ ہوں گے۔ ہمارے قریب کے ایک دیہات میں ایک واقعہ پیش آیا کہ دیہاتی علاقے میں بوڑھے ماں باپ رہتے تھے، اللہ نے بڑھاپے میں ان کو اولاد عطا کر دی، بچے کو انہوں نے پڑھایا، بچہ ذہین تھا حتیٰ کہ وہ بچہ پڑھ لکھ کر انجینئر بن گیا، جب وہ انجینئر بنا تو شہر کے اندر اس کو بڑی اچھی نوکری مل گئی، کوٹھی مل گئی، کار مل گئی، اس نے ماں باپ کو کہا: آپ میرے ساتھ شہر میں رہیں، وہ بیٹے کے پاس شہر میں آ گئے، ماں باپ چونکہ دیہات میں رہنے کے عادی تھے، رشتے داریاں وہیں تھیں اور آزاد فضا تھی اور اس ماحول میں ایڈجسٹ ہو چکے تھے، لہٰذا وہ کچھ دن تو شہر میں رہے لیکن رشتہ داروں کی خوشی غمی میں بار بار گاؤں جانا پڑتا تھا تو ماں باپ نے کہا کہ بیٹے! ہم سے بار بار سفر نہیں ہوتے، ہمیں آپ وہیں دیہات میں رہنے دو، آپ نے اگر شہر میں رہنا ہے تو رہ لو، آتے رہنا، ہم سے ملتے رہنا۔ چنانچہ اس طرح بیٹے نے شہر میں رہنا شروع کر دیا، کچھ عرصے کے بعد اس نے سوچا کہ اب ہر طرح سے میں سیٹ تو ہو چکا ہوں تو مجھے شادی کروا لینا چاہئے، شہر کے ایک بڑے معزز گھرانے کی ایک خوبصورت خوب سیرت لڑکی کا پتا چلا، اس نے اس کی طرف نکاح کا پیغام بھیجا، وہاں رشتہ طے ہو گیا، ماں باپ سے پوچھا تو انہوں نے کہا کہ بیٹے! زندگی آپ نے گزارنی ہے جہاں آپ خوش ہوں گے ہم بھی وہیں خوش ہوں گے، اس کی شادی بھی ہو گئی۔

اب شادی کے بعد یہ اپنی بیوی کو گھر لے کر آیا بیوی کچھ عرصہ تو اس کے ماں باپ کو ملنے دیہات میں جاتی رہی، پھر جب بچوں کے سلسلے شروع ہو جاتے ہیں تو آنا جانا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ ماں باپ اس بچے کو کہتے ہیں کہ آپ ہمارے پاس ہفتے میں ایک مرتبہ آ کر مل جایا کرو، یہ ایک مرتبہ ملنے چلا جاتا، اب بندہ ہے، کئی مرتبہ پلاننگ کرتا ہے کہ میں دو گھنٹے میں آ جاؤں گا اور دو گھنٹے کی جگہ چھ گھنٹے لگ جاتے ہیں تو جب اس طرح ذرا دیر ہونی شروع ہوئی تو بیوی کو بھی بُرا لگا، وہ بولنا شروع ہو گئی جیسے عورتوں کی ایک لینگویج ہوتی ہے یہ تو نوجوان شریف النسل تھا، اپنی بیوی کو سمجھاتا وہ بھی امیر گھرانے کی تھی اور آگے سے بات کو بڑھا دیتی تھی، خواہ مخواہ کا بحث و مباحثہ آپس میں ہوتا اور یہ ہر ہفتے کا مسئلہ ہوتا، دو چار سال گزرے، اب بیوی اس کے ماں باپ کے پاس بار بار جانے سے الرجک ہو گئی، جب یہ جانے لگتا تو وہ ہنگامہ کر دیتی، یہ پریشان ہوتا کہ وہاں نہ جاؤں تو ماں باپ ناراض ہوتے ہیں اور اگر جاؤں تو یہاں بیوی ناراض ہوتی ہے، سوچتا تھا کہ میں کیسے اس مصیبت سے جان چھڑاؤں....؟

اتنے میں اس کو سعودی عرب سے ایک جاب کی آفر آ گئی، بہت معقول پیکج تھا، اس نے ماں باپ کو

جا کر بتایا کہ مجھے تو سعودی عرب میں نوکری مل رہی ہے۔ ماں باپ بڑے خوش ہوئے اور کہا بیٹے ہمارا اللہ حافظ ہے تم اس دیس میں جاؤ گے، اللہ کا گھر دیکھو گے، ہمارے لئے تو یہی خوشی کافی ہے۔ ماں باپ نے اجازت دے دی، یہ بیوی بچوں کو لے کر مکہ مکرمہ آ گیا، اس زمانے میں ٹیلیفون تو زیادہ ہوتے نہیں تھے بس حج اور عمرے پر جو لوگ آتے جاتے تھے انہی کے ذریعے پیغام رسانی ہوتی تھی یا کوئی چیز ایک دوسرے کو پہنچا دی جاتی تھی۔ چنانچہ یہ نوجوان شروع میں ان کے لئے خرچہ بھی بھیجتا رہا اور کبھی کبھی صحت و خوشی کے پیغام بھی بھیجتا رہا، لیکن تیرہ سال یہ وہیں پر رہا اور اپنے والدین کی طرف واپس نہ آ سکا۔ نیک تھا، ہر سال حج کرتا تھا، ایک مرتبہ حج کے دوسرے تیسرے دن یہ مطاف میں کھڑا تھا، بیت اللہ کے سامنے زار و قطار رو رہا تھا، کسی اللہ والے نے دیکھا اور پوچھا: اے نوجوان! کیا ہوا؟ بتایا کہ مجھے تیرہ سال ہو گئے ہیں ہر دفعہ میں حج کرتا ہوں، لیکن حج کے دو تین دن کے بعد میں خواب دیکھتا ہوں کہ کوئی کہنے والا کہتا ہے: ''تیرا حج قبول نہیں'' اور میں پریشان ہوں کہ پتہ نہیں کون سی مجھ سے ایسی غلطی ہوئی ہے کہ میرا حج اللہ کی بارگاہ میں قبول ہی نہیں ہوتا؟ وہ اللہ والے تھے، بندے کی نبض پہچانتے تھے، انہوں نے دو چار باتوں میں اندازہ لگا لیا کہ اس نے تیرہ سال سے ماں باپ کو اپنی شکل ہی نہیں دکھائی تو صاف ظاہر ہے کہ بوڑھے ماں باپ اس پر خفا ہوں گے، انہوں نے بات سمجھائی کہ بیٹے! آپ کے ماں باپ زندہ ہیں، ان کی خیر خبر لو، پھر واپس آنا، خیر! یہ آیا اور اس نے آ کر فوراً اپنی ٹکٹ بک کروائی، بیوی نے کچھ آئیں بائیں شائیں کرنے کی کوشش کی، مگر یہ نوجوان بھی سیریس تھا اس نے اس کو بھی شیر کی آنکھیں دکھائیں جب بیوی نے دیکھا کہ یہ بہت سیریس نظر آتا ہے تو چپکے سے ڈر کے مارے بھیگی بلی بن کر بیٹھ گئی۔

اس نے تیاری کی اور واپس اپنے ملک آیا، جب اپنے گاؤں کے قریب پہنچا تو اس نوجوان کو یہ بھی پتہ نہیں تھا کہ میرے ماں باپ اس وقت زندہ بھی ہیں یا نہیں؟ اب یہ سوچ رہا ہے کہ پتہ نہیں میرے ماں باپ کس حال میں ہیں؟ اس کو سعودی عرب گئے تیرہ سال گزر گئے تھے۔ اس کو ایک نو دس سال کا لڑکا ملا، اس نے اس سے پوچھا کہ وہ فلاں بڑے میاں کا کیا حال ہے؟ اس نے بتایا کہ وہ بڑے میاں تو چھ مہینے ہوئے فوت ہو گئے، البتہ وہ بوڑھی عورت ابھی زندہ ہے، گھر میں ہے اور بڑی بیمار ہے، میں نے سنا ہے کہ ان کا ایک بیٹا ہے جو سعودی عرب گیا ہوا ہے پتہ نہیں وہ کیسا نامعقول بیٹا ہے جو اپنے ماں باپ کی خبر ہی نہیں لیتا، بچہ بات کر کے چلا گیا، لیکن اس نوجوان کے دل کی تار کو چھیڑ گیا، اب اس کو احساس ہوا کہ ابو والد دنیا سے چلے گئے، میں نے آخری وقت میں ان کی شکل ہی نہیں دیکھی، اب تو امی مجھ سے ناراض ہوں گی اور امی تو میرا چہرہ ہی نہیں دیکھے گی، امی تو مجھے گھر سے ہی نکال دے گی، میرے ساتھ بات ہی نہیں کرے گی، اب یہ سوچ رہا ہے کہ میں امی کو کیسے مناؤں گا؟ مغموم دل سے گھر کی طرف جا رہا تھا۔ بالآخر جب اس نے گھر کے دروازے پر پہنچ کر دیکھا تو دروازہ کھلا ہوا تھا، کواڑ ملے ہوئے تھے، اس نے آہستہ سے دروازہ کھولا اندر داخل ہوا کیا دیکھتا ہے کہ صحن میں چارپائی کے اوپر اس کی بوڑھی بیمار والدہ لیٹی ہوئی ہے، ہڈیوں کا ڈھانچہ تھی، وہ چارپائی کے ساتھ لگی ہوئی تھی، اس کو خیال آیا کہ کہیں امی سو نہ رہی ہو تو میں پہلے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے قریب جاتا ہوں، چونکہ اس کی والدہ کی آنکھوں پر موتیا آ چکا تھا جب وہ دبے پاؤں بالکل قریب پہنچا تو حیران ہوا کہ اس کی والدہ کے اس وقت ہاتھ اٹھے ہوئے تھے اور وہ کچھ الفاظ کہہ رہی تھی کہ گویا اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہی تھی، اس نے جب قریب ہو کر سنا تو ماں یہ الفاظ کہہ رہی تھی: ''یا اللہ! میرا خاوند دنیا سے چلا گیا، میرا ایک ہی بیٹا ہے جو میرا محرم ہے، اللہ اسے بخیریت واپس پہنچا دینا تاکہ اگر میری موت آئے تو مجھے قبر میں اتارنے والا کوئی تو میرا محرم موجود ہو۔'' ماں یہ دعائیں مانگ رہی ہے اور بیٹا سمجھتا ہے کہ ماں مجھے دیکھنا بھی گوارا نہیں کرے گی، اس نے جب ماں کے یہ الفاظ سنے تو فوراً کہا: امی میں آ گیا ہوں، تو ماں چونک اٹھی، آواز سنتے ہی بولی میرے بیٹے! آ گئے، جی! امی میں آ گیا ہوں، ماں کہنے لگی: بیٹے ذرا قریب ہو جانا، میں تمہاری شکل تو دیکھ نہیں سکتی، مجھے اپنا بوسہ ہی لینے دو مجھے اپنی جسم کی خوشبو سونگھنے دو، یہ ماں کی محبت ہوتی ہے۔ خیر یہ بیٹا دو چار دن وہاں رہا، اللہ کی شان کہ ماں بیمار تھی چند دنوں میں فوت ہو گئی، اس نے اپنی والدہ کو کفن پہنا کر دفنا دیا اور اس ذمہ داری سے فارغ ہو کر کچھ عرصے کے بعد واپس مکہ مکرمہ آ گیا۔

کہتے ہیں کہ اگلے سال جب حج کا موقع آیا، اس نے حج کے دوسرے دن پھر خواب دیکھا، وہی پہلے والا شخص اس کو کہہ رہا ہے: ''اللہ تعالیٰ نے تیرے اس حج کو بھی قبول کر لیا۔'' جب ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک سے اللہ رب العزت بندے کے عملوں کو قبول کر لیتے ہیں اس کے ساتھ رحمتوں کا معاملہ کرتے ہیں تو نوجوانوں کو چاہئے کہ گھروں میں نہ آپس میں الجھیں، نہ ماں باپ کی بے قدری کریں، ماں باپ شفقتوں والا معاملہ کریں، اولاد خدمت کا معاملہ کرے، سب محبت پیار کے ساتھ رہیں، لڑائی جھگڑے سے بچیں۔ یہ فساد ہے اور اللہ تعالیٰ فساد کے بارے میں فرماتے ہیں:

''واللہ لا یحب الفساد۔''

(البقرہ:۲۰۵)

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں فرماتا۔''

☆......☆......☆

رشوت: قوم کے لئے ناسور

مولانا ندیم احمد انصاری

رشوت یا کرپشن کی تاریخ بہت قدیم ہے، یہ آج کا مسئلہ نہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ اس پر کبھی مکمل طور پر قابو نہیں پایا جاسکا۔ اس وقت ترقی یافتہ اور ترقی پذیر تمام ممالک اس کی لپیٹ میں ہیں، اس سے جمہوری نظام کی عمارت گویا چرمرا کر رہ گئی ہے۔ یہ بدعنوانی انصاف میں رکاوٹ اور معاشی و معاشرتی ترقی میں سستی کی محرک ہے۔ آج کے برق رفتار زمانہ میں ہر چیز شاخ در شاخ ہوتی جارہی ہے، آج نیکیوں کے راستے بھی ان گنت ہیں اور گناہ کے بھی، یہ انسان کا اختیار ہے کہ وہ اپنے لئے کیا پسند کرتا ہے۔ رشوت: جو کہ ہمارے سماج کا ایک ناسور ہے، جس نے نہ جانے کتنی زندگیاں تباہ و برباد کردیں، لیکن اس پر کسی طرح روک تھام لگتی نظر نہیں آتی۔ آج کے اس ''ترقی یافتہ دور'' میں اس کی کوئی خاص صورت متعین کرپانا نہایت مشکل امر ہوگیا ہے، اب یہ معاملہ محض نوٹوں کے سہارے ہی نہیں طے پاتا، بلکہ کوئی ہدیہ، تحفہ بھی اس کے قائم مقام ہوسکتا ہے۔ بالفاظ دیگر رشوت بدعنوانی کی ایک ایسی قسم ہے، جس میں نقدی یا تحفہ وغیرہ دے کر وصول کرنے والے کے طرز عمل میں بدلاؤ لایا جاتا ہے۔ اس کا مقصد وصول کنندہ کے اعمال پر اثر انداز ہوتا ہے، کبھی یہ پیشکش دینے والوں کی طرف سے ہوتی ہے، کبھی لینے والے اسے کمیشن یا ڈونیشن جیسے نام سے موسوم کرکے اسے جواز فراہم کرنے کی کوشش کرتے ہیں، جس کی اصل حقیقت سب پر عیاں ہے۔

رشوت: یوں تو خود ہی ایک لعنت ہے، جس کے سبب انسان خدا کی رحمت سے دور ہوجاتا ہے، لیکن کسی مظلوم سے رشوت کا مطالبہ کرنا انسانیت سے نہایت درجہ پست اور گرا ہوا عمل ہے، جیسا کہ بعض جگہوں پر قیدیوں کے لواحقین سے بھی رشوت وصول کی جاتی ہے اور اس کے بدلے قیدیوں کو بدسلوکی سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔ اسلام نے ہر اس ذریعہ اکتساب کو ممنوع قرار دیا ہے جس میں کسی کی مجبوری سے ناجائز فائدہ اٹھانا لازم آتا ہو، منجملہ ان ذرائع کے رشوت بھی ہے، یہ نہایت سنگین جرم ہے، جو ہمارے پورے معاشرے میں پھیل چکا ہے۔ ہمارے ملک میں جگہ جگہ اس کے خاتمہ کی باتیں تو کی جاتی ہیں، لیکن ایسا کوئی ٹھوس قدم نہیں اٹھایا جاتا، جس کا فائدہ یقینی ہو۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم اور طب کے ادارے جو کہ خالص انسانی فلاح و بہبود کے لئے وجود میں آتے ہیں، وہ بھی بدعنوانیوں سے پاک نہیں۔ افسوس تو اس بات پر ہے کہ وہاں جو ''سوشل ورکر'' بیٹھے ہوئے ہیں، وہ بھی اس بدعنوانی میں سر سے پاؤں تک ڈوبے ہوئے ہیں، لیکن کوئی انہیں پوچھنے والا نہیں، اب تو عوام بھی اس کے عادی ہوچکے ہیں اور حکومت کی تو شاید انہیں سرپرستی حاصل ہے۔

رشوت: ایک ایسا جرم ہے جو شاید کسی بھی نظام حیات میں جائز نہ ہو، ہمارا (ملکی) قانون بھی اسے ناجائز قرار دیتا ہے، لیکن ملک کی جیتی جاگتی زندگی میں آکر دیکھئے تو وہی رشوت، جسے قانون میں بدترین جرم کہا گیا ہے نہایت آزادی کے ساتھ لی اور دی جارہی ہے۔ ایک معمولی کانسٹیبل سے لے کر اونچے درجے کے افسران تک، اسے شیر مادر سمجھے ہوئے ہیں، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ جس کی جیب گرم ہو، وہ سینکڑوں جرائم میں ملوث ہونے کے باوجود بڑی ڈھٹائی کے ساتھ دندناتا پھرتا ہے اور جس کی جیب خالی ہو، وہ سو فیصد معصوم اور برحق ہونے کے باوجود انصاف کو ترس کر جان دے دیتا ہے، اس صورت حال کو مضبوط اور ایماندارانہ انتظامیہ ہی ختم کرسکتی ہے۔ اگر اونچے درجے کے رشوت خور افسروں کو چند بار علی الاعلان عبرتناک جسمانی سزائیں دی جائیں اور آئندہ رشوت کے لئے کچھ اور سخت سزائیں مقرر کردی جائیں تو رفتہ رفتہ یہ لعنت مٹ سکتی ہے۔

(اسلام اور جدید معاشی مسائل: ۷/۹۷)

رشوت کی تعریف:

رشوت ''رشا'' سے ماخوذ ہے، جس کے معنی اس رسی کے ہیں، جس کے ذریعے پانی تک پہنچا جائے۔ چونکہ رشوت کے ذریعے بھی اسی طرح ایک مقصد تک پہنچا جاتا ہے، اس لئے اسے ''رشوت'' کہتے ہیں۔ یہ لفظ رشوت اور رُشوت دونوں طرح صحیح ہے۔ رشوت دینے والے کو ''راشی'' لینے والے کو ''مرتشی'' اور دونوں کے مابین واسطہ بننے والے کو ''رائش'' کہتے ہیں۔ (النہایۃ لابن اثیر: ۲/۲۸۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''لعن اللّٰہ الراشی والمرتشی والرائش۔'' (المعجم الکبیر للطبرانی: ۱۴۱۵)

''رشوت لینے والے، دینے والے اور ان دونوں کے درمیان واسطہ بننے والے پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہے۔''

علامہ شامیؒ نے رشوت کی بہت جامع تعریف اس طرح کی ہے:

"رشوت: وہ ہے جسے ایک شخص کسی حاکم وغیرہ کو اس لئے دیتا ہے تاکہ وہ اس کے حق میں فیصلہ کردے یا اسے وہ ذمہ داری دے دے، جسے یہ چاہتا ہے۔"

(شامی: کتاب اقتصا المطلب فی الکلام علی الرشوۃ)

انہوں نے اس تعریف سے یہ واضح کردیا کہ رشوت عام ہے، چاہے وہ مال ہو یا کسی اور طرح کی کوئی منفعت اور حاکم سے مراد ''قاضی'' (جج) ہے اور ''وغیرہ'' سے مراد ہر وہ شخص، جس کے ہاں رشوت دینے والے کی مصلحت پوری ہوسکتی ہو، چاہے اس کا تعلق حکمرانوں سے ہو یا سرکاری ملازمین سے یا خاص اعمال بجالانے والے ذمہ داروں سے۔ مثلاً تاجروں، کمپنیوں اور جاگیرداروں وغیرہ کے نمائندے وغیرہ۔ ''فیصلہ'' سے مراد یہ ہے کہ رشوت لینے والا، رشوت دینے والے کی مرضی کے مطابق فیصلہ کردے تاکہ رشوت دینے والے کا مقصد پورا ہوجائے، خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر۔ (مقالات و فتاویٰ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز: ۳۲۴)

فقہ کی اصطلاح میں رشوت اس مال کو کہتے ہیں جو کسی کے حق کو باطل کرنے کے لئے یا کسی باطل کو حاصل کرنے کے لئے دیا جائے۔ ''مایعطی لابطال حق و احقاق باطل'' (التعریفات: ۱۲۵)

رشوت کی شرعی تعریف یہ ہے کہ جس کا معاوضہ لینا شرعاً درست نہ ہو اس کا معاوضہ لیا جائے، مثلاً جو کام کسی شخص کے فرائض میں داخل ہے اور اس کا پورا کرنا اس کے ذمہ لازم ہو، اس پر کسی فریق سے معاوضہ لینا، جیسے حکومت کے افسر اور کلرک وغیرہ۔ سرکاری ملازمت کی رو سے اپنے فرائض ادا کرنے کے ذمہ دار ہیں، پھر وہ صاحب معاملہ سے کچھ لیں تو یہ رشوت ہے یا لڑکے یا لڑکی کے ماں باپ اس کی شادی کے ذمہ دار ہیں، کسی سے اس کا معاوضہ نہیں لے سکتے، وہ جس کو رشتہ دیں، اس سے کچھ معاوضہ لیں تو وہ رشوت ہے یا صوم وصلوٰۃ اور حج وتلاوت قرآن، عبادات ہیں جو مسلمان کے ذمہ ہیں، اُن پر کسی سے کوئی معاوضہ لیا جائے تو وہ رشوت ہے۔ البتہ فی زمانہ تعلیم قرآن اور عام نمازوں کی امامت اس سے مستثنیٰ ہیں۔ (علی فتوی المتاخرین)

پھر جو شخص رشوت لے کر کسی کا کام حق کے مطابق کرتا ہے، وہ رشوت لینے کا گناہگار ہے اور یہ مال اس کے لئے سُحت اور حرام ہے اور اگر رشوت کی وجہ سے حق کے خلاف کام کیا تو یہ دوسرا شدید جرم، حق تلفی اور حکم خداوندی کو بدل دینے کا اس کے علاوہ ہوگیا۔ اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو اس لعنت سے بچائے۔ آمین ثم آمین۔ (معارف القرآن: ۳/۱۵۱، ۱۵۲ بتغیر)

رشوت کا وبال:

رشوت خوروں کے متعلق ارشاد ربانی ہے: ''اکالون للسحت'' (المائدہ: ۴۲) یعنی یہ لوگ سُحت کھانے والے ہیں۔ سُحت کے لفظی معنی کسی چیز کو جڑ و بنیاد سے کھود کر برباد کرنے کے ہیں۔ اس معنی میں قرآن کریم نے فرمایا: ''فیسحتکم بعذاب'' یعنی اگر تم اپنی حرکت سے باز نہ آؤ گے تو اللہ تعالیٰ اپنے عذاب سے تمہارا استیصال کردے گا، یعنی تمہاری جڑ، بنیاد ختم کردی جائے گی۔ قرآن مجید میں اس جگہ لفظ سُحت سے مراد رشوت ہے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ، ابراہیم نخعیؒ، حسن بصریؒ، مجاہدؒ، قتادہؒ اور ضحاکؒ وغیرہ ائمہ تفسیر نے اس کی تفسیر رشوت کی ہے۔

رشوت کو سُحت کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ نہ صرف لینے، دینے والوں کو برباد کرتی ہے بلکہ پورے ملک و ملت کی جڑ بنیاد اور امن عامہ کو تباہ کرنے والی ہے۔ جس ملک یا محکمہ میں رشوت چل جائے، وہاں قانون معطل ہو کر رہ جاتا ہے اور قانون ملک ہی وہ چیز ہے جس سے ملک وملت کا امن برقرار رکھا جاتا ہے، وہ معطل ہوگیا تو نہ کسی کی جان محفوظ رہتی ہے نہ آبرو، نہ مال۔ اس لئے شریعت اسلام میں اس کو سُحت فرما کر اشد حرام قرار دیا ہے اور اس کے دروازہ کو بند کرنے کے لئے امراء وحکام کو ہدیئے اور تحفے پیش کئے جاتے ہیں، ان کو بھی صحیح حدیث میں رشوت قرار دے کر حرام کردیا گیا ہے۔ (معارف القرآن: ۳/۱۵۱)

ایک مقام پر ارشاد ربانی ہے:

''وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔'' (البقرہ: ۱۸۸)

ترجمہ: ''اور ایک دوسرے کا مال ناحق نہ کھاؤ اور نہ اس کو (رشوت کے طور پر) حاکموں کے پاس پہنچاؤ کہ لوگوں کے مال کا کچھ حصہ ناجائز طور پر کھا جاؤ اور (اسے) تم جانتے بھی ہو۔''

معلوم ہوا رشوت باطل طریقہ سے مال کھانے کی صورتوں میں انتہائی بدترین صورت ہے، کیونکہ اس میں دوسرے شخص کو مال دے کر اسے حق سے منحرف کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے مروی ہے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

''کل لحم انبتہ السحت فالنار اولیٰ بہ''

ترجمہ: ''ہر وہ گوشت جو حرام مال سے پرورش پائے، جہنم کی آگ ہی اس کے لئے زیادہ بہتر ہے۔''

کسی نے عرض کیا: حرام مال سے کیا مراد ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''الرشوۃ فی الحکم'' ... (کسی بھی قسم کا) فیصلہ کرنے کے لئے رشوت قبول کرنا۔ (تفسیر ابن جریر الطبری: ۶/۱۵۶)

حضرت عمرو بن عاصؓ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا:

"ما من قوم یظہر فیھا الربا الا اخذوا بالسنۃ وما من قوم یظہر فیھم الرشا الا اخذوا بالرعب۔"

(مسند احمد: ۲۰۵/۴)

ترجمہ: "جس قوم میں سود عام ہوجاتا ہے وہ خشک سالی میں مبتلا ہوجاتی ہے اور جس قوم میں رشوت عام ہوجاتی ہے، اس پر دشمن کا رعب طاری ہوجاتا ہے۔"

بلاشک وشبہ جب گناہوں کا چلن عام ہوتو معاشرہ اختلاف وانتشار کا شکار ہوجاتا ہے، معاشرہ کے افراد میں محبت کے رشتے منقطع ہوجاتے ہیں، بغض وعداوت اور نیکی کے کاموں میں عدم تعاون پیدا ہوجاتا ہے۔ معاشرہ پر رشوت کے بدترین اثرات میں سے یہ بھی ہے کہ گھٹیا اور رذیل باتیں عام ہوجاتی ہیں، اچھی اور خوبی کی باتیں ختم ہوجاتی ہیں۔ اس طرح کے گناہوں کی وجہ سے جب ایک دوسرے کی حق تلفی ہوتی ہے، تو پھر معاشرہ کے افراد ایک دوسرے پر ظلم کو اپنا شعار بنالیتے ہیں، اس لئے کہ ظلم کا یہی نتیجہ ہوتا ہے، یہ ان جرائم میں سے ہے، جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنتے ہیں اور مسلمانوں میں بغض و عداوت کا۔ نیز عام آفتوں اور فتنوں کا بھی جیسا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"جب لوگ برائی دیکھیں اور اسے نہ مٹائیں تو ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے عذاب کی لپیٹ میں لے لے۔" (مقالات، فتاویٰ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز: ۳۲۸، اردو بتغیر)

رشوت کے بدترین نتائج:

رشوت کے جو بدترین اثرات ونتائج مرتب ہوتے ہیں، ان میں سے یہ بھی ہے کہ اس سے کمزوروں پر ظلم ہوتا ہے، ان کے حقوق کو سلب یا ضائع کردیا جاتا ہے یا ناحق طور پر محض رشوت کی کارستانی کی وجہ سے انہیں اپنے حق کے حاصل کرنے میں بہت تاخیر ہوجاتی ہے۔ رشوت کا ایک بدترین نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ رشوت لینے والے قاضی اور سرکاری ملازم وغیرہ کے اخلاق خراب ہوجاتے ہیں، وہ اپنی خواہش نفس کی پیروی کرنے لگتا ہے، رشوت نہ دینے والے کے حق کو کھا جاتا ہے یا اسے بالکل ضائع کردیتا ہے۔ رشوت لینے والے کا ایمان بھی کمزور ہوجاتا ہے اور وہ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی طرف سے دنیا وآخرت کی شدید سزا کا مستحق قرار دے لیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فوراً سزا نہ دے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سے غافل ہے (نعوذ باللہ) بلکہ بعض دفعہ یوں بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو آخرت سے پہلے دنیا میں بھی سزا دیا کرتا ہے جیسا کہ کہ صحیح حدیث میں ہے، حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "سرکشی اور قطع رحمی ایسے خطرناک گناہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کا ارتکاب کرنے والے کو دنیا میں بھی جلد سزا دیتا ہے اور آخرت میں جو سزا تیار کر رکھی ہے، وہ اس کے سوا ہے۔" بے شک رشوت اور ظلم کی دیگر تمام صورتوں کا تعلق اسی سرکشی سے ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دیا ہے۔ صحیحین میں ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دے رکھتا ہے، حتیٰ کہ جب اسے پکڑ لیتا ہے تو پھر نہیں چھوڑتا۔" پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

"وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ۔" (ھود: ۱۰۲)

ترجمہ: "اور تمہارا پروردگار جب نافرمان بستیوں کو پکڑتا ہے تو اس کی پکڑ اسی طرح ہوتی ہے، بے شک اس کی پکڑ بڑی دردناک اور سخت ہے۔" (مقالات وفتاویٰ عبدالعزیز بن عبداللہ بن باز: ۳۲۹، اردو بتغیر)

رشوت لینا دینا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رشوت لینے کی بھی ممانعت فرمائی ہے اور رشوت دینے کی بھی۔ البتہ رشوت لینا تو بذات خود حرام ہے، اس لئے یہ کسی صورت میں جائز نہیں۔ لیکن رشوت دینا چونکہ رشوت لینے والے کے لئے حوصلہ افزائی کا باعث ہے اور اس کا مقصود حرام کی تحصیل یا دوسرے شخص کو اس کے جائز حق سے محروم کرنا ہے، اس لئے اس کی ممانعت کی گئی ہے، لہٰذا رشوت دینا اس وقت جائز ہے جب اس کا مقصد اپنے آپ کو ظلم سے بچانا یا صرف انصاف کا حاصل کرنا ہو، جیسا کہ علماء نے لکھا ہے کہ کسی شخص سے جان یا مال کا خوف ہو یا خود بادشاہ یا حکومت وغیرہ سے اس کی ظالمانہ طبیعت ومزاج کے پیش نظر ظلم کا اندیشہ ہو تو اس سے بچنے کے لئے رشوت دینا جائز ہے، البتہ یہ رقم لینے والے کے لئے لینا ہر حالت میں حرام ہے۔

فتاویٰ حقانی میں ایک سوال ہے کہ کیا کام میں رکاوٹ پیدا ہونے کے خوف سے ٹھیکیدار کا افسران بالا کو رشوت دینا جائز ہے؟ جس کا جواب یوں دیا گیا کہ ٹھیکہ دینے کے بدلے جو افسران کمیشن کے نام پر پیسے لیتے ہیں، وہ رشوت میں داخل ہے۔ کام کی نگرانی کرنا، ان کا فریضہ منصبی ہے، اس کے بدلے وہ حکومت سے تنخواہ لیتے ہیں۔ لہٰذا اگر ٹھیکیدار ٹھیکہ لینے کا حقدار ہو اور بغیر رشوت کے اسے ٹھیکہ نہ دیا جاتا ہو بحالت مجبوری اس کو تو رشوت دینے کی رخصت ہے، مگر افسران بالا کے لئے لینا ہرگز حلال نہیں۔ (۲۷۳/۶)

جدید فقہی مسائل میں ہے:

"رشوت جس طرح لینا حرام ہے، اسی طرح

اصولی پر دینا بھی حرام ہے۔اس سلسلہ میں فقہاء کے یہاں ایک متفق علیہ اصول ہے کہ جس چیز کا لینا جائز نہیں،اس کا دینا بھی جائز نہیں’’ما حرم اخذہ، حرم اعطاءہ‘‘

البتہ چونکہ رشوت لینا کبھی بھی مجبوری نہیں بن سکتی اور رشوت دینا بعض دفعہ مجبوری بن جاتی ہے، اس لئے فقہاء نے ضرورت اور مجبوری کے مواقع پر رشوت دینے کی اجازت دی ہے اور اس سلسلہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس عمل کو پیش نظر رکھا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم بعض شر پسند شعراء کو اس لئے کچھ دیا کرتے تھے کہ وہ بے ہودہ ہجو پر مبنی اشعار کہنے اور مسلمانوں کو بدنام کرنے سے اجتناب کریں۔

رشوت دینے کی گنجائش کب ہوگی؟اس سلسلہ میں فقہاء نے یہ اصول متعین کیا ہے کہ اگر رشوت نہ دے تو ناحق طریقہ پر اس کو جانی یا مالی نقصان کا اندیشہ ہو کہ جس ذمہ دار کے پاس اس کی درخواست زیر غور ہے،وہ اس کے ساتھ انصاف سے کام نہ لے گا اور اس کے اور دوسرے امیدواروں کے درمیان مساویانہ سلوک روا نہیں رکھے گا۔

علامہ ابن نجیم مصریؒ لکھتے ہیں:

’’الرشوۃ لخوف علی نفسہ او مالہ او لیوسی امراہ عندالسلطان او امیر۔‘‘ (الاشباہ والنظائر:۱/۳۰۴)

ترجمہ:’’جان یا مال پر خوف کی وجہ سے، نیز اس لئے کہ سلطان یا امیر اس کے ساتھ مساویانہ برتاؤ کرے،رشوت دینے کی گنجائش ہے۔یہ ممنوع صورتوں سے مستثنیٰ ہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ ہمارے پورے معاشرے اور سماج کو اس لعنت اور تمام برائیوں سے محفوظ رکھے۔(آمین)

☆☆............☆☆

حدیث نبی کا ایک اصول

مرحوم والد صاحب حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے سنا ہوا ایک زرین اصول بھی بیان فرماتے تھے،جس سے احقر کو بہت سے مسائل میں بہت فائدہ پہنچا اور وہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جو مختلف اعمال منقول ہیں وہ دو قسم کے ہیں۔بعض اعمال تو ایسے ہیں جن کے بارے میں روایات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو معمول بنالیا تھا یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ اعمال کثرت کے ساتھ ثابت ہیں یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کرنے کا حکم دیا ہے۔لیکن بعض اعمال ایسے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اکا دکا مواقع پر ثابت تو ہیں لیکن ان کو معمول بنالینا یا ان کا التزام کرنا یا دوسروں کو ان کی ترغیب دینا ثابت نہیں ہے۔ان قسموں میں سے ہر ایک کو اپنے مقام پر رکھنا چاہئے،پہلے قسم کے اعمال کی پابندی کا اہتمام درست اور موافق سنت ہے لیکن دوسرے قسم کے اعمال کو ان کے مقام میں رکھنے کا تقاضا یہ ہے کہ ان کو اسی طرح کبھی کبھار کرلیا جائے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا،لیکن ان کا مستقل معمول بنالینا مطلوب نہیں۔حضرت شیخ الہندؒ نے اس کی مثال یہ بیان فرمائی کہ رکوع سے اٹھتے وقت’’ربنا لک حمد‘‘کہنا آپ سے مروی اور مسنون ہے،لیکن حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ امامت فرمارہے تھے،جب آپ نے رکوع سے اٹھتے وقت’’سمع اللہ لمن حمد‘‘فرمایا تو کسی صحابیؓ نے قدرے بلند آواز سے کہا:’’ربنا لک الحمد حمداً کثیرا طیباً مبارکاً فیہ مبارکاً علیہ کما یحب ربنا ویرضی‘‘نماز ختم ہونے کے بعد آپؐ نے پوچھا یہ کلمہ کس نے کہا تھا؟اور جب وہ صحابیؓ حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا کہ(تمہارا یہ کلمہ فرشتوں کو اس قدر پسند آیا کہ)اس کو آسمان پر لے جانے کے لئے ستر سے زیادہ فرشتے لپکے تھے۔‘‘

حضرت شیخ الہندؒ فرماتے ہیں کہ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کلمے کی اتنی فضیلت بیان فرمائی لیکن روایات میں یہ کہیں مروی نہیں ہے کہ اس کے بعد آپ نے یا دوسرے صحابہ کرام علیہم الرضوان نے’’ربنا لک الحمد‘‘کے ساتھ ان کلمات کے اضافے کو معمول بنالیا ہو۔اس سے معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد اس کلمے کی نفس فضیلت بیان فرمانا تھا،یہ مقصد نہ تھا کہ نماز میں اس کلمے کا التزام کیا جائے،البتہ چونکہ آپؐ نے ان صحابیؓ کو اس عمل پر نکیر بھی نہیں فرمائی،اس لئے اگر کوئی شخص کبھی کبھار یہ کلمہ کہہ لے تو جائز ہے،لیکن اس واقعے کی بنیاد پر اس کلمے کو نماز کا مستقل جزو بنالینا درست نہیں۔

حضرت والد صاحبؒ،حضرت شیخ الہندؒ کے بیان فرمودہ اس اصول کو بھی متعدد مقامات پر منطبق فرمایا کرتے تھے۔مثلاً شب برأت کے موقع پر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مشہور حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بقیع میں تشریف لے جاکر مُردوں کے حق میں دعا کرنا ثابت ہے۔اس حدیث کی بنا پر عام طور سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ شب برأت میں قبرستان جانا مسنون ہے۔لیکن اس بارے میں حضرت والد صاحبؒ کا مزاج یہ تھا کہ شب برأت میں قبرستان جانے کا التزام سنت نہیں(اگرچہ جائز ہے)البتہ کبھی کبھار چلے جانا سنت ہے۔وجہ یہی ہے کہ پورے ذخیرۂ حدیث میں صرف ایک موقع پر آپؐ کا قبرستان جانا ثابت ہے۔یہ ثابت نہیں کہ آپ نے اس کو مستقل معمول بنالیا ہو،اسی طرح صحابہ کرامؓ سے بھی اس کا التزام منقول نہیں اور ہر عمل کو اس کے مقام پر رکھنا چاہئے۔اسی طرح حدیث میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دو قبروں پر گزرتے ہوئے فرمایا کہ ان کو عذاب ہورہا ہے اور پھر ایک ایک شاخ دونوں قبروں پر گاڑھ کر فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ ان شاخوں کے خشک ہونے تک ان کے عذاب میں تخفیف فرمادیں۔

اس حدیث کے تحت یہ مسئلہ علماء کرام کے درمیان زیر بحث رہا ہے کہ آیا ان شاخوں کے گاڑھنے سے عذاب میں تخفیف کی امید آپؐ کے ساتھ مخصوص تھی یا دوسرے بھی ایسا کرسکتے ہیں؟...اس بارے میں ایک مرتبہ احقر نے حضرت والد صاحبؒ سے سوال کیا تو آپ نے یہی جواب دیا کہ یہ پورے ذخیرۂ حدیث میں ایک ہی واقعہ ہے،اس کے بعد یا اس سے پہلے نہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ عمل منقول ہے نہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مروی ہے کہ وہ اس کا اہتمام کرتے ہوں۔اگر یہ کوئی دائمی حکم ہوتا تو صحابہ کرامؓ ہر مسلمان کی قبر پر شاخ گاڑھنے کا التزام فرماتے، لیکن اس قسم کا اکا دکا واقعات کے سوا اس قسم کا کوئی عام معمول صحابہ کرامؓ سے بھی ثابت نہیں اور جو ایک واقعہ آپ سے ثابت ہے اس میں بھی خصوصیت کا احتمال ہے،لہٰذا اس عمل کو معمول بنالینا اور اسے تخفیف عذاب میں دائماً موثر سمجھنا درست نہیں۔ہاں اگر کوئی شخص اس کو معمول بنائے بغیر اسی درجہ میں اس پر عمل کرے جس درجہ میں وہ ثابت ہے یعنی کسی ایک آدھ موقع پر اس نیت سے شاخ گاڑھ دے کہ آپ کی اقتدا کی برکت سے شاید اللہ تعالیٰ مردے کے عذاب میں تخفیف کردے تو وہ بھی قابل ملامت نہیں۔(ابلاغ اشاعت خصوصی ص:۳۳۷)

مرسلہ:حافظ محمد سعید لدھیانوی

شرعی عذر کی بناء پر کرسی پر نماز

بلاعذر معقول کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا ناجائز ہے اس کی کئی وجوہ ہیں: ایک وجہ یہ ہے کہ نماز میں قیام ورکوع وسجدہ فرائض میں داخل ہے، بلاعذر ان میں سے کسی کو چھوڑ دینے سے نماز نہیں ہوتی، کرسی پر نماز پڑھنے والا ان تمام فرائض کو چھوڑ دیتا ہے۔

مفتی محمد نعیم

آج کل عام مشاہدے کی بات ہے کہ مساجد میں کرسیوں پر نماز پڑھنے کا رواج عام ہو رہا ہے، لوگ عذر یا بلاعذر کے کرسیوں کو نماز کے لئے استعمال کر رہے ہیں، یہ بھی حقیقت ہے کہ کرسی پر نماز پڑھنے کا رواج چند سالوں سے شروع ہوا ہے، اس سے پہلے بھی لوگ بیمار ہوتے تھے اور بیماری اور عذر انہیں بھی لاحق ہوتے تھے، مگر کبھی لوگوں کو کرسی پر نماز کی نہیں سوجھی، اکثر دیکھنے میں آیا ہے اور سنا بھی جاتا ہے کہ لوگ اچھے خاصے ہیں، چلنے پھرنے اٹھنے بیٹھنے کی قوت پوری طرح رکھتے ہیں اور اپنے گھروں سے چل کر آتے ہیں، مگر نماز کے وقت کرسی کھینچ کر اس پر نماز پڑھتے ہیں، یہ صورت حال اس بات کو سمجھنے کے لئے کافی ہے کہ لوگوں میں سستی اور غفلت عام ہوگئی ہے۔ نماز کے آداب، نماز میں خشوع و خضوع کی اہمیت سے وہ بے خبر ہیں، لہٰذا انہیں توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔

اس سے انکار نہیں کہ بعض اللہ کے بندے واقعی عذر اور شدید مجبوری میں کرسیوں کا استعمال کرتے ہیں اور ان کا یہ عذر شرعی اور معقول ہوتا ہے، آج کل قویٰ کی کمزوریوں اور نئی نئی قسم کی بیماریوں کے شکار افراد کی تعداد روز افزوں بڑھتی جارہی ہے۔ غرض ایک جانب دین سے غافل اور لاپرواہ لوگ جو بلاوجہ اور بلاعذر محض تن آسانی و لاپرواہی سے اور غفلت اور سستی کی بناء پر یا محض شوقیہ یا فاخرانہ طور پر نماز کے لئے کرسیوں کا استعمال کرنے لگے ہیں تو دوسری جانب ان حضرات کی بھی ایک بڑی تعداد پائی جاتی ہے جن کے دلوں میں اللہ کا خوف، ڈر اور احکام الٰہی کی عظمت و جلالت موجود ہے اور وہ بھی کرسیوں کا استعمال کرتے ہیں مگر اس وجہ سے کہ وہ واقعی معذور اور مجبور ہیں۔ اس صورت حال میں علماء ومفتیان کرام کی ذمہ داری ہے کہ وہ امت کو اس سلسلے میں صحیح و غلط اور اچھے و برے کی تمیز بتائیں اور شریعت کی روشنی میں اس کے احکام کو واضح کریں۔

شریعت کے وصف امتیازی، اعتدال کو پیش نظر رکھتے ہوئے پہلی قسم کے لوگوں کی بے اعتدالیوں پر تنبیہ کے ساتھ واقعی عذر رکھنے والوں کے لئے شریعت کی عطا کردہ سہولتوں کو پیش کریں تاکہ حقیقی معنی میں معذور افراد شریعت کی تعلیمات کو جان سکیں اور عذر و مجبوری کی وجہ سے شریعت کی دی گئی رخصت سے فائدہ اٹھائیں۔

کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کے بارے میں ہماری بحث کے تین محور ہیں: ایک یہ کہ بلاعذر کرسی پر نماز کا حکم، دوسرے عذر معقول کی وجہ سے کرسی پر نماز کا جواز اور اس کی شرائط وقیود، تیسرے کرسی پر عذر کی وجہ سے جواز کی دلیل۔ لہٰذا سب سے پہلی بات کرسی پر بلاعذر نماز کے حکم کے بارے میں عرض ہے کہ بلاعذر معقول کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا ناجائز ہے اس کی کئی وجوہ ہیں' ایک وجہ یہ ہے کہ نماز میں قیام و رکوع وسجدہ فرائض میں داخل ہے، بلاعذر ان میں سے کسی کو چھوڑ دینے سے نماز نہیں ہوتی، کرسی پر نماز پڑھنے والا ان تمام فرائض کو چھوڑ دیتا ہے۔ قیام کی جگہ کرسی پر بیٹھا ہے اور رکوع وسجود دونوں کو چھوڑ کر محض اشارے سے انہیں ادا کرتا ہے تو اس کی نماز کیسے ہوسکتی ہے؟ لہٰذا جو لوگ بلاعذر معقول کرسی پر نماز پڑھتے ہیں وہ اپنی نمازوں کو ضائع کر رہے ہیں، یہاں یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ ہم نے تو نمازیں پڑھی ہیں، لیکن جب اللہ کے ہاں پہنچیں گے تو ان کے نامۂ اعمال اس سے خالی ہوں گے، لہٰذا ایسے لوگ ذرا ٹھنڈے دل سے غور کریں کہ اگر قیامت کے دن نماز کی محنت کرنے کے باوجود ہمارا نامۂ اعمال نماز سے خالی ہو تو کیا ہوگا؟ دوسری وجہ یہ کہ نماز دراصل اللہ تعالیٰ کی عظیم ہستی کے سامنے بندہ کی عاجزی و انکساری کا نام ہے اور اللہ تعالیٰ کی جلالت کے روبرو اللہ تعالیٰ کے غلام کی تواضع وفروتنی سے عبارت ہے، کرسی پر نماز پڑھنے کی صورت میں یہ مقصدی فوت ہوجاتا ہے، کیونکہ کرسی پر بیٹھنے کی حالت عموماً عاجزی وانکساری کی نہیں ہوتی بلکہ عام مشاہدے کے مطابق تن آسانی کے حصول اور ایک حد تک یہ متکبرانہ ہوتی ہے، نیز اگر متکبرانہ نہیں ہوتی تب بھی عرف عام میں بڑوں کے سامنے کرسی پر بیٹھنا بے ادبی سمجھا جاتا ہے یا کم از کم خلاف ادب خیال کیا جاتا ہے۔ اب غور کیجئے کہ اللہ عزوجل کے دربار عالی شان میں بلاوجہ کرسی پر بیٹھنا اچھا معلوم ہوتا ہے؟ لہٰذا یہ صورت نماز کی مقصدیت کے خلاف ہونے کی وجہ سے بھی

ناجائز ہے۔تیسری وجہ یہ کہ کرسیوں پر بیٹھ کر عبادت کرنے میں غیروں سے مشابہت پائی جاتی ہے، چنانچہ عیسائیوں میں رواج ہے کہ وہ اپنے چرچوں میں کرسیوں پر بیٹھ کر عبادت کرتے ہیں، یہ بات اسلام کی اہم تعلیمات میں سے ہے کہ غیروں کی مشابہت اختیار نہ کی جائے۔ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جس نے کسی قوم کی مشابہت اختیار کی وہ ان ہی میں سے ہوگا۔'' (سنن ابی داؤد)

ایک اور حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''وہ ہم میں سے نہیں جو غیروں کی مشابہت اختیار کرے،تم یہود سے مشابہت اختیار نہ کرو اور نہ نصاریٰ سے، یہود کا سلام انگلیوں کے اشارے سے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں کے اشارے سے ہوتا ہے۔''(ترمذی)

حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''مونچھوں کو کٹاؤ اور داڑھی کو بڑھاؤ اور مجوسیوں کی مخالفت کرو۔'' (مسلم،معارف السنن،بیہقی)

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ اسلام غیروں سے مشابہت اختیار کرنے کے سلسلے میں کس قدر حساس واقع ہوا ہے؟ جب اسلامی شریعت لباس و پوشاک اور بال وکھال تک میں غیروں کی مشابہت کو پسند نہیں کرتا تو نماز جیسی اہم ترین عبادت اور مومن کی زندگی کے بنیادی مقصد کے بارے میں یہ کیسے گوارا کرسکتا ہے کہ وہ غیروں کے طور طریقے کے مطابق انجام دیا جائے؟ لہٰذا بلا عذر کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنا ناجائز ہے،اس طرح نماز پڑھنے والوں کی نماز بالکل بھی نہیں ہوتی، اس طرح پڑھی ہوئی نمازیں ان کے ذمہ علیٰ حالہ باقی رہتی ہیں۔

دوسری بحث یہ ہے کہ عذر ہونے کی صورت میں کرسی پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کا کیا حکم ہے؟ کیا کسی بھی عذر و تکلیف میں کرسی کا استعمال نماز کے لئے جائز نہیں؟ یا کچھ شرائط وقیود کے ساتھ جائز بھی ہے؟ یہ جاننے سے پہلے ایک اصولی بات سمجھ لینی چاہئے تاکہ بات واضح وصاف طریقے پر سامنے آجائے۔ وہ یہ کہ ہماری شریعت نہایت معتدل ہے جس میں نہ افراط ہے نہ تفریط،اس لئے یہ بات تو یقینی ہے کہ عذر و تکلیف کی صورت میں اس میں تخفیف وسہولت دی جاتی ہے۔ چنانچہ شریعت کے اصول میں سے ایک اصول یہ ہے کہ اس نے بیماری و تکلیف کو تخفیف احکام کا سبب مانا ہے،اسی کو فقہاء یوں بیان کرتے ہیں کہ مشقت آسانی کا باعث بنتی ہے۔یہ قاعدہ فقہیہ متعدد قرآنی آیات اور احادیث کے نصوص سے اخذ کیا گیا ہے جیسا کہ فقہاء نے ثابت کیا ہے۔علماء نے لکھا ہے کہ عبادات میں تخفیف کے سات اسباب ہیں اور ان میں سے ایک مرض کو بھی لکھا ہے: ''الاشباہ والنظائر لابن نجیم، الاشباہ والنظائر للسیوطی۔''

لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ ہر قسم کی تکلیف اور مرض اس سے مراد نہیں بلکہ وہ مرض اور وہ تکلیف جس سے انسان کو شدید پریشانی لاحق ہوتی ہے ورنہ تھوڑی بہت تکلیف تو ہر کام میں ہوتی ہے حتیٰ کہ خود نماز پڑھنا بھی ایک مشکل کام ہے،اسی طرح بعض امراض میں بھی تھوڑی بہت مشقت ہوتی ہے جیسے سر درد یا معمولی زخم کی تکلیف وغیرہ مگر ان کی وجہ سے تخفیف نہیں دی جاتی،اسی لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ مشقت دو قسم پر ہے:ایک وہ مشقت جو عبادت سے اکثر و بیشتر جدا نہیں ہوتی،جیسے وضو و غسل میں سردی کی مشقت،طویل دن اور سخت گرمی میں روزے رکھنے کی مشقت، پس اس قسم کی مشقت کا عبادات کے ساقط ہونے میں کسی بھی وقت اعتبار نہیں،رہی وہ مشقت جو غالب طور پر عبادت سے جدا ہوتی ہے اس کے کئی مراتب ہیں: پہلی بڑی اور پریشان کرنے والی مشقت ہے، جیسے جان پر یا اعضاء کے متعلق فوائد پر خوف کی مشقت، پس یہ مشقت موجب تخفیف ہے دوسری معمولی و ہلکی مشقت جیسے انگلی وغیرہ میں درد ہو یا سر میں معمولی سا چکر ہو یا معمولی سی طبیعت کی خرابی پس اس کا کوئی اثر نہیں اور نہ اس کا کوئی لحاظ ہوتا ہے اور تیسری ان دو کی درمیانی مشقت جیسے رمضان میں بیمار آدمی کے روزہ رکھنے سے مرض کے بڑھ جانے کا خوف یا بیماری سے دیر سے صحت یاب ہونے کا اندیشہ پس اس کے لئے روزہ نہ رکھنا جائز ہے۔(الاشباہ والنظائر لابن نجیم، الاشباہ والنظائر للسیوطی)

غرض مشقت و بیماری اسباب تخفیف میں سے ہے مگر ہر تکلیف و بیماری نہیں، بلکہ وہ جس میں انسان کو ناقابل برداشت تکلیف پیش آئے اور وہ اسے برداشت نہ کر سکے۔ جب یہ تفصیل معلوم ہوگئی تو اب قابل غور بات یہ ہے کہ کرسی پر نماز کے جواز کے لئے کہاں اور کون سے اعذار معتبر ہیں؟ وہ کیا اور کون سے اعذار ہیں جو معتبر نہیں؟ اس کے جواب سے پہلے اصحاب اعذار (معذور افراد) کے لئے حضرات فقہاء کرام کے لکھے ہوئے مسائل پر ایک اجمالی نظر ڈال لیں۔

نماز میں قیام فرض ہے لہٰذا جو شخص قیام کرسکتا ہے اسے کھڑے ہو کر نماز پڑھنا فرض ہے جو کسی عذر کی وجہ سے کھڑا نہیں ہوسکتا تو اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ پورا وقت کھڑا نہیں ہوسکتا لیکن کچھ دیر قیام کرسکتا ہے تو وہ کچھ دیر قیام کرے اور بعد میں بیٹھ جائے اگر اس نے کچھ دیر قیام پر قدرت کے باوجود کچھ دیر قیام نہیں کیا اور شروع ہی سے بیٹھ کر نماز پڑھ لی تو اس کے لئے یہ جائز نہیں۔العنایہ شرح ہدایہ میں

ہے کہ جب بعض قیام پر قادر ہو اگرچہ ایک آیت یا ایک مرتبہ اللہ اکبر کہنے کے برابر نہ کہ پورا تو امام ابو جعفر ہندوانی نے کہا کہ اسے حکم دیا جائے گا کہ جس قدر کھڑا ہو سکتا ہے وہ کھڑا ہو، پس جب قیام کرنے سے عاجز آ جائے تو پھر بیٹھ جائے، اگر ایسا نہیں کیا تو مجھے خوف ہے کہ اس کی نماز فاسد ہو جائے گی، یہی مذہب ہے اور ہمارے اصحاب سے اس کے خلاف کوئی بات مروی نہیں ہے، کیونکہ طاعت بقدر طاقت ہوتی ہے۔ (العنایہ شرح البدایہ)

دُرالحکام میں ہے کہ اگر بعض قیام پر قدرت رکھتا ہو تو وہ قیام کرے پس اگر وہ قیام کے ساتھ تکبیر کہہ سکتا ہے یا تکبیر اور تھوڑی قرأت کر سکتا ہو تو اسے قیام کا حکم دیا جائے گا۔ شمس الائمہ نے کہا کہ یہی صحیح مذہب (احناف) ہے، اگر اس نے قیام کو ترک کر دیا تو خوف ہے کہ اس کی نماز جائز نہیں ہوگی۔ (دررالحکام) الدر المختار میں ہے کہ اگر کوئی تھوڑی دیر بھی کھڑے ہونے پر قادر ہو تو وہ اپنی طاقت کے بقدر لازمی طور پر کھڑا ہو، اگرچہ ایک آیت یا ایک تکبیر کی مقدار ہی کیوں نہ ہو اس لئے کہ بعض کو کل پر قیاس کیا گیا ہے۔ (الدر المختار مع رد المختار) جو شخص خود تو نہیں کھڑا ہو سکتا لیکن کسی دوسرے آدمی یا کسی چیز کو سہارا دے کر کھڑا ہو سکتا ہے تو اسے بھی کسی کے سہارے سے کھڑا ہونا لازم ہے، اسے بھی بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں، اگر کوئی خود بھی نہیں کھڑا ہو سکتا اور نہ کسی کے سہارے سے کھڑا ہو سکتا ہے، اس کے لئے جائز ہے کہ وہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔ علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور علامہ البابرتی نے عنایہ شرح ہدایہ میں لکھا ہے: ’’اگر ٹیک لگا کر قیام کر سکتا ہو تو شمس الائمہ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ وہ کھڑے ہو کر ٹیک کے ساتھ نماز پڑھے گا، اس کے سوا جائز نہ ہوگا، اسی طرح اس صورت میں بھی ہے کہ اگر عصا (لاٹھی) پر ٹیک لگانے یا خادم ہو تو اس پر ٹیک لگانے سے قیام کی قدرت مل جائے۔‘‘ (فتح القدیر)

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: اگر ٹیک لگا کر قیام کر سکتا ہو تو صحیح یہ ہے کہ وہ کھڑے ہو کر ٹیک کے ساتھ نماز پڑھے گا، دوسری صورت اس کے لئے جائز نہ ہوگی، اسی طرح اس صورت میں بھی ہے کہ اگر عصا پر ٹیک لگانے یا خادم (معاون یا مددگار) ہو تو اس پر ٹیک لگانے سے قیام کی قدرت مل جائے تو وہ کھڑا ہوگا اور ٹیک لگائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ، رد المختار)

قیام کر تو سکتا ہے مگر اس سے شدید تکلیف ہوتی ہے جو نا قابل برداشت ہے یا بیماری و عذر کے بڑھ جانے کا غالب گمان ہے تو اس کے لئے بھی یہی تفصیل ہے کہ اگر کسی کے سہارے کھڑا ہونے سے تکلیف نہیں ہوتی تو وہ کسی کے سہارے قیام کرے، پورا وقت کھڑے ہونے سے تکلیف ہوتی ہے مگر کسی کا سہارا لینے سے بقیہ وقت میں قیام میں تکلیف نہیں ہوتی تو وہ کچھ دیر تو خود قیام کرے اور باقی وقت کسی کے سہارے سے قیام کرے اور اگر کسی کو ہر صورت میں شدید تکلیف ہوتی ہے تو وہ بیٹھ کر نماز کرتا، بیماری کی وجہ سے مشکل ہو جائے یا کھڑے ہونے سے بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو یا سر چکرانے کا ڈر ہو یا کھڑے ہونے سے شدید تکلیف محسوس کرے تو بیٹھ جائے۔

علامہ شامی لکھتے ہیں: ’’(یعنی) مصنف نے عذر سے عذر حقیقی مراد لیا ہے اس طور پر کہ کھڑا ہو تو گر جائے یا حکمی مراد لیا ہے، اس طور پر کہ بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو یا کھڑے ہونے کی وجہ سے صحت یابی میں تاخیر کا اندیشہ ہو یا سر چکرانے کا اندیشہ ہو یا کھڑا ہونے میں سخت تکلیف محسوس کرے تو بیٹھ کر نماز پڑھے۔‘‘ (الدر المختار و رد المختار)

یہ تو شدید تکلیف کا حکم ہے اگر کسی کو تکلیف تو ہوتی ہے مگر تھوڑی بہت جو قابل برداشت ہے تو اس کا کوئی اعتبار نہیں اور اسے بیٹھ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔

فتاویٰ ہندیہ میں ہے: ’’اگر کھڑے ہونے میں معمولی تکلیف لاحق ہو تو قیام کا چھوڑنا جائز نہیں۔‘‘

علامہ ابن الہمام نے فتح القدیر میں اور علامہ دیلمی نے تبیین الحقائق میں اور علامہ المیدانی نے اللباب فی شرح الکتاب میں لکھا ہے: ’’اگر کھڑے ہونے میں معمولی تکلیف لاحق ہو تو اس کی وجہ سے قیام کا چھوڑنا جائز نہیں، جو شخص اوپر کی تفصیل کے مطابق کسی بھی طرح قیام نہیں کر سکتا بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے تو وہ زمین پر بیٹھ کر نماز ادا کرے، اگر خود بیٹھ نہیں سکتا کسی دوسرے شخص یا چیز یعنی دیوار وغیرہ کے اوپر ٹیک لگا کر بیٹھ سکتا ہے تو اسے کسی کے اوپر ٹیک لگا کر بیٹھنا ضروری ہے۔‘‘

المحیط برہانی میں ہے: ’’امام محمدؒ نے اپنی کتاب الاصل میں یہ صورت ذکر نہیں کی کہ ایک شخص اگر ٹھیک سے بیٹھ نہیں سکتا اور ٹیک لگا کر یا انسان وغیرہ پر سہارا لے کر بیٹھ سکتا ہو تو امام شمس الائمہ حلوانی نے فرمایا: ’’ہمارے مشائخ نے کہا کہ اس کے لئے یہ ہے کہ کسی کے سہارے سے یا ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے نماز پڑھے تو جائز ہے، لیٹ کر نماز پڑھے تو جائز نہیں، جب ٹھیک سے بیٹھنے پر قادر نہ ہو بلکہ ٹیک لگا کر یا کسی دیوار یا انسان کا سہارا لے کر بیٹھنے پر قادر ہو تو ضروری ہے کہ وہ نماز پڑھے ٹیک لگا کر یا سہارا لے کر اور اس کے لئے لیٹ کر نماز پڑھنا جائز نہیں۔‘‘ (فتاویٰ ہندیہ)

جو شخص بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے اور وہ رکوع و سجدہ کر سکتا ہے وہ بیٹھ کر ہی رکوع و سجدہ کرے، لہٰذا جو شخص بیٹھ کر رکوع و سجدے کے ساتھ نماز ادا کر سکتا

ہے اسے رکوع وسجدہ کرنا فرض ہے کیونکہ وہ اس پر قادر ہے اور یہ دونوں بھی نماز میں فرض ہیں۔

امام قدوریؒ فرماتے ہیں: ’’جب مریض پر قیام دشوار ہوجائے تو بیٹھ کر رکوع وسجدہ کرتے ہوئے نماز پڑھے۔‘‘ (الجوہر)

الاختیار والتعلیل المختار میں ہے: ’’جب قیام سے عاجز ہوجائے یا قیام سے مرض بڑھ جانے کا خوف ہو تو بیٹھ کر رکوع وسجدہ کرتے ہوئے نماز ادا کرے، اس سے معلوم ہوا کہ بیٹھ کر نماز پڑھنے والا اگر رکوع وسجدے پر یا ان میں سے ایک پر قادر ہے تو اسے بیٹھ کر رکوع وسجدہ کرنا لازم ہے ورنہ اس کی نماز نہیں ہوگی۔ جو شخص زمین پر بیٹھ سکتا ہے مگر رکوع وسجدے کے لئے جھک نہیں سکتا تو وہ بیٹھ کر رکوع وسجدے کے لئے اشارہ کرلے، اسی طرح جو شخص رکوع سجدے کے لئے جھکنے میں شدید تکلیف محسوس کرتا ہے جو ناقابل برداشت ہو تو وہ بھی رکوع وسجدے کا اشارہ کرسکتا ہے۔ فقہاء نے لکھا ہے کہ پس اگر رکوع و سجود نہ کرسکے تو اشارے سے کرلے۔‘‘ (الجواہر، البحرالرائق)

اور اگر کوئی شخص اس قدر بیمار ہے کہ وہ بیٹھ کر رکوع سجدہ نہیں کرسکتا تو اسے چت لیٹ کر یا پہلو پر لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھنے کی اجازت ہے اور اسے چاہئے کہ وہ سر سے رکوع وسجدے کا اشارہ کرے اور سجدے کا اشارہ رکوع کے اشارے سے زیادہ کرلے۔ الجوہر میں ہے پس اگر بیٹھنے کی طاقت نہ ہو تو پیٹھ کے بل لیٹ جائے۔

البحرالرائق میں ہے: ’’اگر بیٹھنا دشوار ہو جائے تو چت لیٹ کر یا اپنے بازو پر لیٹ کر اشارے سے پڑھے۔ اس تفصیل سے بیماروں ومعذوروں کو شریعت کی دی ہوئی سہولت اور اس کے ساتھ اس کی شرائط کا بھی علم ہوگیا۔ جس کا حاصل یہ نکلتا ہے کہ ان فرائض کے ادا کرنے کی جس قدر طاقت اور گنجائش ہے اس قدر ان کو ادا کرنے کی کوشش کرے، جہاں ممکن نہ ہو یا ممکن تو ہو مگر زیادہ پریشانی وتکلیف ہوتی ہو وہاں ان فرائض کو چھوڑنے کی اوپر کی تفصیل کے مطابق گنجائش ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی وجہ سے زمین پر بیٹھ کر نماز نہ پڑھ سکتا ہو لیکن کرسی پر بیٹھ سکتا ہے اس کا کیا حکم ہے؟ مثلاً ایک شخص کا ایکسیڈنٹ ہوا اور کمر میں راڈ داخل کی گئی جس کی وجہ سے وہ کرسی پر بیٹھ سکتا ہے، مگر جھک نہیں سکتا بیٹھ نہیں سکتا اور رکوع سجدہ نہیں کرسکتا، ایک شخص اس قدر کمزور ہے کہ اٹھنا بیٹھنا اس کے لئے دشوار ہے اگر اٹھتا بیٹھتا ہے تو ناقابل برداشت تکلیف میں مبتلا ہوجاتا ہے، لہٰذا وہ کرسی پر بیٹھ کر اپنے کام کاج کرتا ہے اور اسی میں نماز بھی پڑھ لیتا ہے۔ اسی طرح ایک شخص کو موٹاپے کی وجہ سے زمین پر بیٹھنے میں شدید تکلیف ہوتی ہے، اگرچہ وہ چل سکتا ہے اور قیام بھی کرسکتا ہے، مگر بیٹھ نہیں سکتا، لہٰذا کرسی پر ہی اپنے تمام دنیوی کام بھی کرنے پڑتے ہیں اور نماز بھی وہ اسی پر پڑھتا ہے۔

ایسے ہی ایک شخص اس قدر کمزور یا بیمار ہے کہ زمین پر از خود نہیں بیٹھ سکتا، اگر بیٹھ گیا تو اٹھ نہیں سکتا بلکہ اسے اس صورت میں ایک دو آدمیوں سے مدد لینی پڑتی ہے۔ بعض دفعہ کوئی ایسا خادم یا اعانت کرنے والا میسر نہیں ہوتا، لہٰذا وہ اس پریشانی کی وجہ سے کرسی پر ہی نماز پڑھ لیتا ہے۔ بعض بیماریاں ایسی ہوتی ہیں جن میں ڈاکٹروں کی ہدایت ہوتی ہے کہ نیچے نہ بیٹھا جائے، ورنہ بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اسی وجہ سے بھی کرسی پر نماز کی ضرورت کسی کو پیش آسکتی ہے۔ ظاہر ہے ان تمام صورتوں اور اس طرح کی اور صورتوں میں عذر معقول موجود ہے اور اس کا اعتبار کرنا شرعاً بھی درست ہے، لہٰذا اس قسم کے اصحاب اعذار (معذور افراد) کو کرسی پر نماز کی اجازت ہونی چاہئے، کیونکہ فقہائے کرام کے کلام میں یہ ضابطہ ہم نے پڑھ لیا ہے کہ طاعت بقدر طاقت ہوا کرتی ہے، جب اس قسم کے اعذار میں نیچے بیٹھ کر نماز کی طاقت نہیں یا اٹھنا بیٹھنا بڑا مشکل ہے تو کرسی پر پڑھنے کی اجازت ہے، ایک معقول بات بھی ہے اور اصول فقہ کی روشنی میں شرعی بات بھی ہے، لیکن اس جگہ دو باتیں ذہن نشین ہونی چاہئیں: ایک تو یہ کہ عذر موجود ہو ورنہ کرسی پر نماز پڑھنا گناہ بھی ہے اور اس کی وجہ سے نماز ہوتی بھی نہیں۔ دوسری بات یہ کہ معمولی اور چھوٹا موٹا عذر نہیں بلکہ معقول وشرعاً معتبر عذر ہو جس کا خلاصہ یہ ہے کہ زمین پر بیٹھ کر نماز پڑھنے کی یا تو سکت و طاقت ہی نہ ہو یا طاقت تو ہو مگر اس سے ناقابل برداشت تکلیف ودرد ہوتا ہو یا زمین پر بیٹھنے سے بیماری وتکلیف بڑھ جانے کا اندیشہ ہو۔ اس صورت میں کرسی پر نماز کی اجازت ہے۔

اب رہا یہ سوال کہ عذر کی وجہ سے کرسی پر نماز کے جواز کی دلیل کیا ہے؟ اس مسئلے کی دلیل میں احقر کو ایک فقہی نظیر بھی الحمدللہ! مل گئی جس سے اس مسئلے پر اچھی طرح روشنی پڑتی ہے، وہ یہ کہ حضرات فقہاء نے لکھا ہے کہ: ’’بعض صورتوں میں سواری کے جانور پر بیٹھے ہوئے بھی نماز کی گنجائش ہے۔ مثلاً کسی جگہ زمین میں کیچڑ ہے اور وہاں زمین پر اتر کر نماز نہیں پڑھی جاسکتی تو ایسی جگہ جانور ہی پر بیٹھ کر نماز پڑھی جاسکتی ہے۔ اسی طرح کسی کا جانور سرکش ہے جس کی وجہ سے اس پر سوار ہونا کارے دارد۔ لہٰذا اگر اس سے اتر گئے تو دوبارہ اس پر سوار ہونے میں مشکل پیش آئے گی تو اس جانور پر ہی نماز پڑھ لینے کی گنجائش ہے۔

(جاری ہے)

مرزائیت اور عدالتی فیصلے!

آخری قسط

مولانا شاہ عالم گورکھپوری

۵:...۱۴ر جولائی ۱۹۰۳ء:

اس مقدمے کا تعلق مرزا غلام احمد کی ذات سے نہیں لیکن مقدمہ کا فیصلہ مرزا کی ذات اور اس کے مذہب دونوں سے متعلق ہے، اس لئے اس کو بھی یہاں ذکر کیا جاتا ہے۔

مقدمہ یہ ہے کہ کابل میں علاقہ خوست کے رہنے والے عبداللطیف نامی ایک شخص نے کابل میں قادیانیت کی تبلیغ شروع کردی، اس سے متاثر ہوکر عبدالرحمٰن نامی ایک اور شخص نے قادیانیت کی تبلیغ شروع کردی۔

عبدالرحمٰن کا مقدمہ اسلامی عدالت میں دائر ہوا۔ عدالت نے عبدالرحمٰن قادیانی کو دین اسلام کے نام سے قادیانیت کی تبلیغ سے باز رہنے کی ہدایت کی۔ مگر اس نے ملکی قانون کی خلاف ورزی کی اور اسلام کے نام پر قادیانی کفریات کا پرچار کرتا رہا۔ لہٰذا ۱۹۰۱ء میں امیر افغانستان امیر عبدالرحمٰن کی حکومت میں عدالت کے فیصلے سے اسے پھانسی کی سزا دے دی گئی۔

اس کے دو سال بعد حج کے بہانے حکومت سے پیسے لے کر بھاگا ہوا عبداللطیف بھی گرفتار ہوا اس کا مقدمہ امیر کابل حبیب اللہ خان کی عدالت میں داخل ہوا۔ شرعی عدالت نے عبداللطیف کے کفر و زندقہ کی توثیق کردی۔ ملکی قانون کا احترام نہ کرنے اور منع کے باوجود اسلام کے نام پر کفر کی تبلیغ کرنے کا جرم بھی کوئی معمولی جرم نہ تھا، تاہم عبداللطیف کی اپیل پر بقول مرزا صاحب آٹھ اسلامی ججوں (مفتیان کرام) کی موجودگی میں عبداللطیف کے سامنے اتمام حجت کے لئے دوبارہ کیس کی سماعت ہوئی، پھر بھی اسلامی عدالت نے قادیانیت کا کفر و زندقہ ہونا واضح کرکے اسلام کے نام پر قادیانیت کی تبلیغ سے باز رہنے اور اس سے توبہ کرنے کی تلقین کی مگر عبداللطیف نے توبہ سے بھی انکار کردیا تو بحکم عدالت اسے بقول مرزا ۱۴ر جولائی ۱۹۰۳ء میں سنگسار کردیا گیا۔

(خلاصہ بیان تذکرۃ الشہادتین مصنفہ مرزا قادیانی)

قارئین کرام! اس مقدمہ سے بھی معلوم ہوا کہ مرزا کی ذات اور اس کے مذہب کی نسبت انگریزی عدالتوں نے جو فیصلے دیئے وہی فیصلے اسلامی عدالتوں نے بھی دہرائے۔ انہوں نے ملکی امن و قانون کی روشنی میں مرزا کو ''فتنہ انگیز'' ملک کے امن و قانون میں خلل ڈالنے والا مجرم گردان کر کبھی سخت تنبیہ سے کام لیا، کبھی عہد و پیماں لے کر چھوڑ دیا اور پھر بھی باز نہ آنے پر باوجود اس کے کہ مرزا خود انگریزوں کا ہی خودکاشتہ پودا تھا، مگر اس کی فتنہ انگیزی سے تنگ آکر ملکی قانون کے مطابق سزا دی۔ اسلامی عدالتوں نے بھی ملکی قانون کی خلاف ورزی اور امن عامہ میں فساد پیدا کرنے کا ہی مجرم مرزا کو گردانا، البتہ تنبیہ اور سزائیں انہوں نے اپنے اسلامی قوانین کے تحت تجویز کیں۔ فلا منافاۃ بینھما ولا اعتراض۔

۶:...۷ر جنوری ۱۹۰۳ء:

قارئین کرام! یہ مقدمہ اپنی نوعیت کا منفرد مقدمہ ہے جو انگریزی عدالت میں ۱۹۰۳ء میں داخل اور خارج ہوا، مگر عوام اور انصاف پسندوں کی عدالت میں آج تک قائم ہے اور اب بھی آپ کے فیصلے کا منتظر ہے، اس لئے اس کو قدرے تفصیل کے ساتھ ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

''حضرت مولانا محمد حسین صاحب فیضیؒ موضع بھین تحصیل چکوال ضلع جہلم غیر منقسم ہندوستان کے رہنے والے تھے، اپنے وقت کے مایہ ناز عربی ادیب، شیریں زبان اور بلند پایہ بزرگ تھے۔ مرزا قادیانی کے علمی کمالات اور دعویٰ ملہمیت و مسیحیت سُن کر اپنے بعض علم دوست احباب کے اصرار پر ۱۳ر فروری ۱۸۹۹ء میں مسجد حکیم حسام الدین صاحب سیالکوٹ میں مولانا موصوف نے مرزا سے ملاقات کی اور ۴۱ اشعار پر مشتمل ایک صاف خوش خط بے نقط عربی منظوم قصیدہ مرزا کی خدمت میں پیش کرکے ترجمہ اور معنی مطلب حاضرین مجلس کو سنانے کی درخواست کی کہ اگر آپ کو الہام ہوتا ہے تو آپ کے الہام کی تصدیق کے لئے بس یہی کافی ہے، مگر ہر وقت ہر دم اور ہر لحظہ بالفضل مرزا کے قوی میں کام کرنے والے فرشتے شاید اس وقت غیر حاضر تھے اور اس سے یہ معمولی کام انجام نہ پاسکا اور نہ ہی مجلس میں موجود حواریین سے کچھ ہوسکا۔ فیضی صاحب نے یہ ساری تفصیلات ایک اخبار کے حوالے کردیں، جس سے ایک عام چرچا ہوا پر مرزا کے علمی کمالات کا بھانڈہ پھوٹ گیا۔''

(خلاصہ خط مطبوعہ سراج الاخبار، ۹ر مئی ۱۸۹۹ء مندرج تازیانہ عبرت، ص:۸۱)

فیضی صاحبؒ نے اپنی وفات سے قبل نہایت متانت اور سنجیدگی کے ساتھ ازراہ ہمدردی بار بار مرزا کی غلطیاں اُن پر واضح سے واضح تر کر کے توبہ کی تلقین کی اور بحث و مباحثے کی بھی دعوت دی کہ اگر اطمینان نہ ہو تو اس ذریعہ سے اطمینان حاصل کر لیں، مگر مرزا کی کوئی جوابی تحریر فیضی مرحوم کی زندگی میں نہیں ملتی۔

البتہ فیضی صاحبؒ کا ۱۸؍اکتوبر ۱۹۰۱ء میں جب انتقال ہو گیا تو میدان خالی سمجھ کر اب صاحب بہادر مرزا جی گھر سے نکلے اور پہلا کام یہ کیا کہ مرحوم کو اپنی پیشینگوئی کا نشانہ بنا کر ایک الہام داغ دیا اور دوسرا کام یہ کیا کہ جی بھر بھر کے گالیاں دینی شروع کر دیں، اس پر بھی تسلی نہ ہوئی تو مرحوم کی روح کو جو ستانا شروع کیا تھا وہ الگ رہا، صدمے سے نڈھال مرحوم کے پسماندگان کی بھی دل آزاری شروع فرما دی۔ بدزبانی اور گالیوں سے پُر اپنی تصنیفات فیضی مرحوم کے چچازاد بھائی حضرت مولانا کرم الدین صاحب دبیرؒ کے نام بلاطلب بھیجنا شروع کر دیں۔ ہر صاحب دل اندازہ لگا سکتا ہے کہ صدمے سے چور پسماندگان پر مرزا کی اس غیر شریفانہ حرکت سے کیا کچھ گزری ہو گی!! بہر کیف حضرت مولانا کرم الدین صاحب مرزا جی جیسے نبی تو نہ تھے کہ گالی کا جواب مغلظات سے دیتے، البتہ سچے نبی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم فداہ ابی و امی کے وارث ضرور تھے، انہوں نے حکم و عدل بن کر آئے مہدی وقت صاحب کو توہین فیضی مرحوم کے جرم میں عدالت میں دھر گھسیٹا۔

مقدمہ لالہ سنسار چند صاحب کمشنر جہلم کی عدالت میں داخل ہوا۔ مرزا جی اپنی شرافت کے پاداش میں بذریعہ وارنٹ ضمانت ایک ہزار روپے گرفتار ہو کر جہلم عدالت میں حاضر کئے جاتے ہیں آپ کے ساتھ آپ کے چند مرید بھی بذریعہ وارنٹ بلائے جاتے ہیں۔

۱۷؍جنوری ۱۹۰۳ء میں جب اس مقدمہ کی پیشی ہوئی تو مرزا نے اپنے اوپر عائد الزام کی صفائی دینے کی بجائے مقدمہ کی کمزوری پر بحث کرائی، حاکم وقت نے ملکی اور عدالتی قانون کے پیش نظر یہ کہہ کر مقدمہ خارج کر دیا کہ یہ مقدمہ فیضی مرحوم کے پسران کی طرف سے ہونا چاہئے تھا، رشتہ داروں کو کسی مرحوم سے متعلق مقدمہ چلانے کی قانون میں گنجائش نہیں۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کسی قانونی کمزوری کی بنا پر مقدمہ کورٹ سے خارج ہوا تو کیا مرزا اپنے جرم سے بھی بری ہو گیا؟ بدزبانی اور گالی دینے کا جو الزام مرزا پر لگایا گیا ہے اس کی صفائی مرزا کی جانب سے کیا پیش ہو گئی؟ یا وہ الزام اپنی جگہ قائم ہے؟

مرزا کی تحریروں کی روشنی میں معلوم یہ ہوتا ہے کہ وہ مقدمہ انگریزی عدالت سے خارج ہو کر عوام کی عدالت میں اب بھی قائم ہے اور اگر دھینگا مستی سے اس کا صحیح فیصلہ یہاں مرزا صاحب کے مریدین نہیں کرتے تو بہر صورت یہ مقدمہ خدا کی عدالت میں قائم تو ہونا ہی ہے، جو ان شاء اللہ! فیضی مرحوم کی نجات کا پختہ سبب بنے گا۔

اب ملاحظہ فرمائیے مرزا کی تحریریں، مولانا فیضیؒ کے متعلق لکھتے ہیں:

’’محمد حسن بھیں نے اپنی تحریر میں لعنت اللہ علی الکاذبین کا لفظ میرے مقابل پر بولا۔ وہ کتاب پوری کرنے نہ پایا... کہ سخت عذاب سے مر گیا۔ پیر مہر علی شاہ نے... ساری کتاب محمد حسن مردہ کی چرالی... اور پھر تیسری مصیبت یہ کہ محمد حسن مردہ نے جس قدر میری کتاب اعجاز المسیح پر جرح خیال کیا تھا وہ جرح بھی سارا غلط ثابت ہوا، اس نے ابھی نظر ثانی نہیں کی تھی کہ وہ مر گیا۔ اس نادان نے جو عربی سے بے بہرہ ہے... مہر علی محمد حسن مردہ کی نکتہ چینی پر بھروسہ کر کے یہ جاہلانہ الزام میرے پر لگایا۔‘‘ (کشتی نوح مصنفہ مرزا، خزائن ص:۹۹، ج:۱۹، ۱۴؍اکتوبر ۱۹۰۲ء)

اسی شرافت کی زبان میں مرزا نے جنوری ۱۹۰۳ء کی اپنی تصنیف ’’مواہب الرحمٰن‘‘ (ص:۳۸۴، ج:۱۹) میں عربی زبان میں مولانا مرحوم کو یاد کیا ہے اور لکھا ہے کہ مرزا کی وحی کا شکار ہو کر فیضی مر گئے اور موت نے انہیں اسی راستے واپس بھیج دیا، جس راستے سے وہ دنیا میں آئے تھے۔ (استغفر اللہ!)

ممکن ہے کہ اس موقع پر مرزائی لوگ الفاظ کے ایچ پیچ میں الجھائیں، لیکن مرزا کی مذکورہ بالا زبان جو سوالات اٹھاتی ہے اُن کا جواب کسی کے پاس نہیں ہے۔

سوال ۱:... مرزا کی زبان قطعی طور پر شرافت کے معیار سے گری ہوئی زبان ہے۔

سوال ۲:... ۲۴؍فروری ۱۸۹۹ء میں مسٹر ڈوئی کے سامنے خدا کو حاضر جان کر مرزا نے جو حلف نامہ اٹھایا تھا مذکورہ بالا زبان و تحریر اس حلف نامے کے صریح خلاف ہے۔

سوال ۳:... مرزا نے مولانا فیضیؒ کے اوپر بہتان تراشی سے کام لیا ہے کہ انہوں نے اس کو گالیاں دیں۔

مرزا نے جھوٹ بولا کہ اس نے فیضیؒ کے مرنے سے پہلے ان کی موت سے متعلق کوئی پیشگوئی کی تھی، جس کا وہ شکار ہو گئے وغیرہ۔ مرزا یا کسی مرزائی میں دم ہے تو فیضی صاحب کے مرنے سے پہلے کی تحریر عوام کی عدالت میں آنی چاہئے تھی، مگر سوا مرزا کی اپنی زبان کے (جس پر خود اس کی اپنی بیوی کو بھی اعتماد نہیں) اس کا اور کوئی ثبوت نہیں اور وہ بھی بعد از وقت بیان ہے۔ بفرض محال اگر مان ہی لیا جائے تو کیا مہدی وقت اور نبی وقت کے لئے گالی دینا جائز ہو گیا؟

سوال۴:... مرزا ”حَکَم“ اور ”عادل“ ہونے کا دعویدار ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ انصاف کی رو سے مرزا قادیانی حاکم وقت اور فیضی مرحوم کے پسماندگان کے سامنے مقدمہ کے سقم اور کمزوری سے فائدہ نہ اٹھا کر اس پر بحث کراتا کہ اس نے مرحوم کو گالی نہیں دی یا دی تو وجہ جواز کیا ہے، جس کی بنیاد پر گالی دی اور مرحوم کے پسماندگان کو گلے لگا کر ان کو اطمینان دلاتا۔ مگر جھوٹے مدعی کو خوش خلقی سے کیا واسطہ؟ یہ سب کچھ نہ کرکے مرزا نے پورا زور مقدمہ خارج کرنے پر لگادیا۔ مرزا صاحب اگر ایسے ہی حکم اور عادل بن کر آئے تو تفو بر تو اے زمین قادیاں۔

ہاں! یہاں مرزا کی خوش خلقی اور شیریں کلامی دیکھ کر ذرا ان مہربانوں کو بھی شرم آنی چاہئے جو علماء اسلام پر تلخ کلامی کا الزام لگا کر جھوٹی تہذیب و ثقافت کی داد وصول کرنا چاہتے ہیں۔

سوال۵:... کیا مرزائی صاحبان مرزا جی کے لئے اپنے مخالفین کو ”مرزا قادیانی مردہ“ جیسے شرافت کے الفاظ استعمال کرنے کی اجازت دیں گے؟ اور کیا مرزائی نبوت کی یہ مہذب زبان ہم بھی استعمال کرسکیں گے؟ کہ ”ہیضہ کی موت نے مرزا کو اسی راستے واپس بھیج دیا جس راستے سے وہ دنیا میں آئے تھے۔“

۷:... ۱۸/اکتوبر ۱۹۰۴ء:

حضرت مولانا محمد حسن فیضی صاحبؒ کے چچازاد بھائی حضرت مولانا ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر صاحبؒ بھی اپنے وقت کے مایہ ناز اور ممتاز علماء میں سے تھے، ۱۸۷۵ء سے چار پانچ سال قبل پیدا ہوئے ۱۹۴۶ء میں وفات پائی۔ علماء دیوبند کے مداح اور عقیدت مند تھے۔

مرزا غلام احمد نے ۱۷/جنوری ۱۹۰۳ء میں سرکاری قانون کا سہارا لے کر اپنی پردہ داری تو کرلی مگر خوشی میں زبان و قلم پر اپنا کنٹرول ایک بار پھر کھو بیٹھا۔ ۱۷/جنوری میں چونکہ قانونی سقم کے پیش نظر بالکل جانا یقینی تھا، اس لئے پیشگی ایک کتاب مواہب الرحمن نام سے عربی اور فارسی میں لکھی اور اس میں فیضی مرحوم کے ساتھ ساتھ مولانا دبیرؒ کو بھی جی بھر کے گالیاں دے رکھی تھیں۔ ستم بالائے ستم یہ کہ ۱۷/جنوری میں ہی اپنی جھوٹی فتح کے نشے میں آکر کورٹ کی چہار دیواری میں اسے تقسیم کرایا، پھر کیا تھا اپنے ہی ہاتھ سے ایک دوسرے استغاثہ کا مصالحہ تیار کرکے اپنے مخالف فریق کے گھر پہنچا گیا۔

۲۶/جنوری ۱۹۰۳ء میں مولانا دبیرؒ نے اسی حاکم لالہ سنسار چند کی عدالت میں پھر دھر گھسیٹا۔ مرزا صاحب شاید ابھی قادیان پہنچے بھی نہ ہوں کہ پھر بذریعہ وارنٹ وہ اور ان کے مرید خاص حکیم فضل دین جہلم عدالت میں طلب کرلئے گئے۔

مرزا نے حاضر عدالت ہوکر ضلع گورداس پور میں مقدمہ منتقل کرایا۔ گورداسپور میں حکام مرزا کی رگ رگ سے واقف تھے، تاہم ایک نرم دل حاکم چندو لال مجسٹریٹ نے نرم دلی سے مقدمے کی سماعت شروع کی مگر مرزا صاحب نے بقول خود اپنے الہام اور اپنی بددعا سے اسے ٹرانسفر کرادیا، غالباً مرزا جی کے حق میں نہ رہا ہوگا، لیکن دوسرا حاکم جب اس کی جگہ ”لالہ آتما رام مہتہ“ آیا تو چونکہ وہ مرزا کی دعاؤں کے نتیجہ میں آیا تھا اس لئے وہ مرزا صاحب پر اس قدر شفیق ہوا کہ مرزا کی کرسی کی رعایت بھی اس نے چھین لی اور ملزموں کے کٹہرے میں چھ چھ گھنٹے کھڑا کرکے وہ ذلت آمیز اور تاریخی سزا دی کہ مرزا صاحب اگر شریف ہوتے تو ہمیشہ کے لئے الہام بازی بھول جاتے۔

بالآخر ۸/اکتوبر ۱۹۰۴ء میں لالہ آتما رام مہتہ نے اپنے ایک طویل فیصلے میں گزشتہ دنوں بدزبانی کے جرائم میں مرزا کے ملوث ہونے کی تاریخ بیان کرتے ہوئے، کورٹ میں حکام بالا کے سامنے کئے گئے عہد و پیماں کی خلاف ورزی، حلف نامہ اور اپنے خدا کے سامنے کئے گئے عہد و پیماں کا پاس و لحاظ نہ کرنے اور موجودہ بدزبانی کے جرم کی پاداش میں پانچ سو روپیہ جرمانہ ورنہ چھ ماہ کی قید کی سزا سنائی۔ مرزا کا یہ الہام کس انداز میں سچ نکلا۔ ”سَاُکْرِمُکَ اِکْرَامًا عَجِیْبًا۔“ (۲۴/فروری ۱۹۰۳ء)

نقل حکم، عدالت لالہ آتما رام بی اے ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مجسٹریٹ درجہ اول زیر دفعہ ۵۰۰/۵۰۱/۵۰۲ تعزیرات ہند۔

”ثابت ہوا کہ ملزم نمبر۱ (مرزا غلام احمد قادیانی) زیر دفعہ ۵۰۰ تعزیرات ہند اور ملزم نمبر۲ (حکیم فضل دین مرید مرزا) زیر دفعہ ۵۰۱ تعزیرات ہند مجرم ہے اور ان کو ان جرائم کا مجرم تحریر ہذا کی رو سے قرار دیا جاتا ہے۔ اب فیصلہ کرنا بنسبت سزا کے رہا۔ مدعا سزا سے صرف یہی نہیں ہوتا کہ مجرم کو بدلہ اس کے فعل کا دیا جائے بلکہ اس کو آئندہ کے لئے ایسے جرم سے روکنے کا منشا ہوتا ہے۔ صورت ہذا میں ایک خفیف جرمانہ سے یہ مطلب حاصل نہیں ہوسکتا اور غالباً ملزم اسے محسوس نہ کرے گا (کیونکہ بڑا بے حیا ہے: ناقل) ہر روز اسے بے شمار چندہ پیروؤں سے آتا ہے... ملزم نمبر۱ (یعنی مرزا غلام احمد) اس امر میں مشہور ہے کہ وہ سخت اشتعال دہ تحریرات اپنے مخالفوں کے برخلاف لکھا کرتا ہے۔ اگر اس کے اس میلان طبع کو برمحل نہ روکا گیا تو غالباً امن عامہ میں نقص پیدا ہوگا۔ ۱۸۹۷ء میں کپتان ڈگلس صاحب نے ملزم کو ہیچو قسم تحریرات سے باز رہنے کے لئے فہمائش کی تھی۔ پھر ۱۸۹۹ء میں مسٹر ڈوئی صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ نے اس سے اقرار نامہ لیا۔ ہیچو قسم نقص امن والے فعلوں سے باز رہے گا۔ نظر بر حالات بالا ایک معقول تعداد جرمانہ کی ملزم نمبر۱ پر ہونی چاہئے اور ملزم نمبر۲ پر اس سے کچھ کم۔“

لہٰذا حکم ہوا کہ ملزم نمبر۱ (یعنی مرزا غلام احمد)

پانچ سو روپے جرمانہ دے اور ملزم نمبر۲ (یعنی فضل دین) دوسو۔ ورنہ اول الذکر (یعنی مرزا غلام احمد) چھ ماہ اور آخرالذکر پانچ ماہ قید محض میں رہیں۔ حکم سنایا گیا۔ ۱۸/اکتوبر ۱۹۰۴ء دستخط حاکم

(تازیانۂ عبرت ص:۱۹۵)

قارئین کرام! یہ بات ذہن نشین رکھئے کہ انگریزی عدالتوں نے اپنی زبان میں جو کچھ مرزا کی نسبت فیصلہ سنایا وہ قطعاً اس سے مختلف نہیں جو علماء اسلام مذہبی زبان میں کہا اور سنایا کرتے ہیں۔ لہٰذا علماء پر تلخ کلامی یا بدزبانی کا الزام لگانا یہ مرزائیت سے مرعوبیت کی دلیل ہوگی یا حق و صداقت کے ساتھ ناانصافی کی۔

مرزا قادیانی کی عزت اور ذلت سے متعلق فیصلہ ملاحظہ فرمایئے:

’’دنیا میں ذلت تین قسم کی ہوتی ہے۔ ایک تو جسمانی ذلت جس کے اکثر جرائم پیشہ (مرزا کی طرح) تختۂ مشق ہوتے رہتے ہیں۔ دوسرے اخلاقی ذلت، یہ تب ہوتی ہے جبکہ کسی کی اخلاقی حالت (مرزا کی طرح: ناقل) نہایت گندی ثابت ہو اور اس پر اس کو سرزنش ہو۔ تیسرے علمی پردہ دری کی ذلت جس سے عالمانہ حیثیت خاک میں ملتی ہے (جیسا کہ فیضی مرحوم کے ذریعہ اللہ نے مرزا کی حیثیت خاک میں ملائی)۔‘‘

(تریاق القلوب ص:۴۲۷، ج:۱۵)

مذکورہ بالا فیصلہ میں مرزا صاحب کو یہ تینوں اعزاز بیک وقت میں حاصل ہوئے اور ان تینوں سے بدتر اور سب سے بڑی ذلت (جس کا مرزا صاحب ذکر تک نہیں کرتے) یہ ملی کہ ۱۹۰۱ء میں اکتوبر کی آٹھویں تاریخ میں حضرت مولانا فیضی مرحوم کی روح اپنے خدا سے ’’راضیۃ مرضیۃ‘‘ ملی تھی اس کو مرزا صاحب نے ستانا شروع کیا تو ۱۹۰۴ء میں اکتوبر کی آٹھویں تاریخ میں ہی مرزا صاحب کو یہ ذلت کا عجیب اکرام و اعزاز ملا۔ بزبان مرزا صاحب۔ تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد۔

بایں ہمہ! مرزا جی پرلے درجہ کے شریروں کی تصویر کھینچتے ہوئے لکھتے ہیں:

’’اور ان سے بھی زیادہ بعض شریر چوہڑوں اور چماروں اور ساہنسیوں میں سے ایسے ہوتے ہیں جو (چھ ماہ کے لئے: ناقل) جیل خانے میں جاتے ہیں اور چوتڑوں پر بید بھی کھاتے ہیں اور بایں ہمہ (مرزا صاحب کی طرح) کبھی نہیں سمجھتے کہ ہماری عزت بھی کچھ فرق آیا ہے۔‘‘

(تریاق القلوب، خزائن ص:۴۳۵، ج:۱۵)

مرزا قادیانی کی گالیوں کے چند نمونے:

۱:... ’’اے بدذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے، کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے۔ اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔‘‘ (انجام آتھم، خزائن:۲۱، ج:۱۱)

۲:... ’’مگر تم نے حق کو چھپانے کے لئے یہ جھوٹ کا گوہ کھایا... پس اے بدذات خبیث دشمن اللہ رسول کے۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم، خزائن:۳۲۴، ج:۱۱)

۳:... ’’اے بدذات یہودی صفت پادریوں کا اس میں منہ کالا ہوا اور ساتھ ہی تیرا بھی اور پادریوں پر ایک آسمانی لعنت پڑی اور ساتھ ہی وہ لعنت تجھ کو بھی کھا گئی۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم، خزائن:۳۲۹، ج:۱۱)

۴:... ’’یہودیوں کے لئے خدا نے گدھے کی مثال لکھی ہے جس پر کتابیں لدی ہوئی ہوں مگر یہ (علماء) خالی گدھے ہیں۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم، خزائن:۳۳۱، ج:۱۱)

۵:... ’’مگر کیا یہ لوگ قسمیں کھالیں گے؟ ہرگز نہیں، کیونکہ یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔‘‘

(ضمیمہ انجام آتھم، خزائن:۳۰۹، ج:۱۱)

۶:... ’’ومن اللئام اری رجیلاً فاسقاً
غولا لعینا نطفۃ السفہاء
شکس خبیث مفسد و مزور
نحس یسمی السعد فی الجہلاء
اذیتنی خبثا فلست بصادق
ان لم تمت بالخزی یا ابن بغاء‘‘

(تتمہ حقیقۃ الوحی، خزائن:۴۴۵، ج:۲۲)

ترجمہ: ’’کمینہ صفت لوگوں میں سے ایک فاسق ذلیل آدمی کو دیکھ رہا ہوں میں جو ملعون ہے اور جاہل بیوقوفوں کا نطفہ ہے۔ بدگو، خبیث فسادی اور جھوٹ کو ملمع کرکے پیش کرنے والا، منحوس ہے وہ جس کا نام جاہلوں میں سعد رکھا گیا ہے۔ تم نے اے سعد اللہ اپنی خباثت سے مجھے تکلیف دی ہے پس سچا نہیں ہوں میں اگر تیری موت ذلت کے ساتھ نہ ہو اے کنجریوں (بدکار عورتوں) کی اولاد۔‘‘

قارئین کرام! یہ ہے مرزا قادیانی کی شیریں بیانی جسے سن کر، پڑھ کر بازاری قسم کی عورتیں بھی شرما جائیں، مگر مرزا جی اور مرزائی ہیں کہ وہ اسے کلام نبوت سے تعبیر کرکے مرزا کے تقدس کی قسمیں کھاتے پھرتے ہیں اور اس سے بھی زیادہ حیرت ان لوگوں پر ہے جو محض پروپیگنڈے کی دنیا سے متاثر ہوکر علماء کو شیریں زبانی کی تلقین فرماتے اور یہ چاہتے ہیں کہ مرزا کو ان القابات سے یاد کیا جائے جن سے شرفاء کو یاد کیا جاتا ہے۔ تمت بالخیر۔☆☆

سود حرام ہے

مولانا محمد منصور احمد

سود کو حرام ہوئے چودہ سو برس گزر چکے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب لاریب (سورۂ بقرہ، آیت نمبر ۲۷۵ تا ۲۸۱) میں اس کی ممانعت کا واضح اعلان فرمایا.... رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دین اور دنیاوی تباہ کاریوں کو تفصیل سے سمجھا دیا... پھر سود کی حرمت پر اعتراض اور سوال کیسا؟ اسلام صدقہ اور خیرات کی حوصلہ افزائی کرتا ہے اور سود خوری کی حوصلہ شکنی کرتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ صدقہ اور خیرات سے انسانی معاشرے کے درمیان احسان، پاکیزگی اور تعاون کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، جب کہ سود ایسی لعنت ہے کہ اس سے انسانوں میں بخل، گندگی، نفس پرستی اور خود غرضی جیسی بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ قرآن مجید کی آیات مبارکہ میں سود خور کے ساتھ آخرت میں جو کچھ ہوگا، وہ بتایا گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ دنیا میں بھی اس کا حال خبطیوں (پاگلوں) جیسا ہوتا ہے، ذہنی بے چینی، قلبی اضطراب اور کاروباری پریشانیاں اس پر رات کی نیند اور دن کا سکون حرام کر دیتی ہیں، نہ حقوق اللہ کی ادائیگی کی فکر نہ حقوق العباد کا خیال، بسا اوقات وہ خود اپنی ذات کو بھی بھول جاتا ہے۔ دیوانگی اور خبطیت کا یہ منظر ہمیں ہر اس معاشرہ میں دکھائی دیتا ہے جس معاشرہ میں سود کی لعنت رچ بس جاتی ہے، ایسے معاشرہ میں رہنے والے انسانوں کے اخلاق بگڑ جاتے ہیں، ایمان تباہ ہو جاتا ہے اور سکون غارت ہو کر رہ جاتا ہے، ایسے لوگ مالی خوشحالی کے باوجود بے چین رہتے ہیں وہ اپنی بے چینی کو جنسی آوارگی، لہو ولعب اور گانے بجانے میں چھپانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان کی یہ کوشش کامیاب نہیں ہوتی۔ سود خوری ایک ایسا وائرس ہے جو انسان کے دل و دماغ میں داخل ہو کر اسے ایک لالچی اور دوسرے انسانوں کی مجبوریوں سے ناجائز فائدہ اٹھانے والا بنا دیتا ہے۔ سود خور بھی دیگر مجرموں کی طرح اپنے جرم چھپانے کے لئے طرح طرح کے جواز پیش کرتا ہے، جن میں سے ان کی ایک بات کو قرآن مجید میں بھی نقل کیا ہے اور آج کے سود خور بھی یہی قیاس کرتے ہیں کہ خرید و فروخت بھی تو سود کی طرح ہے۔ جس طرح تجارت میں نفع حاصل کیا جاتا ہے ویسے ہی سود میں بھی اپنی رقم کا نفع لیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے قیاس فاسد کو رد کرتے ہوئے فرمایا کہ: ”تم کیسے ان دونوں کو ایک ہی سمجھتے ہو، دونوں کے مقاصد اور طریقہ کار میں زمین آسمان کا فرق ہے۔“ اللہ تعالیٰ جس چیز کو حلال کہتا ہے وہ یقیناً انسانیت کی ضرورت ہوگی، اس میں معاشرتی فوائد پوشیدہ ہوں گے، اس میں بندوں کی مصلحتیں ہوں گی اور جس چیز کو وہ حرام کہتا ہے اس میں یقیناً کوئی خباثت، غلاظت اور مضرت مخفی ہوگی، یہ الگ بات ہے کہ کم عقلی کی وجہ سے وہ مضرت اور خباثت کسی انسان کی سمجھ میں نہ آئے، پھر یہ کہ بیع باہمی ضروریات کی تکمیل کے لئے ہوتی ہے اور سود محض ایک مجبور انسان کی مجبوری سے فائدہ اٹھا کر لیا جاتا ہے۔ تجارت سے سرمایہ گردش میں رہتا ہے اور سودی نظام سے سرمایہ چند ہاتھوں میں مرتکز ہو کر رہ جاتا ہے۔ صاحب تجارت ایک صاحب حوصلہ اور خوددار انسان ہوتا ہے جو مارکیٹ کے اتار چڑھاؤ اور ہر قسم کے خطرات کا مقابلہ کرنے کی جرأت رکھتا ہے جبکہ سود خور بزدل اور سنگدل انسان ہوتا ہے جو شریک مسرت تو ہوتا ہے مگر شریک غم نہیں ہوتا۔ تجارت، مسابقت، مقابلہ محنت کا ماحول پیدا کرتی ہے جبکہ سود مفت خوری نکماپن، نفع اندوزی اور خود غرضی کا سبق سکھاتا ہے۔ تجارتی ماحول سے مارکیٹ اپنی طبعی رفتار پر چلتی رہتی ہے جبکہ سودی نظام کے غلبہ سے مارکیٹ اپنی طبعی رفتار سے ہٹ جاتی ہے اور چند سرمایہ داروں کی زرخرید لونڈی بن کر رہ جاتی ہے۔ تجارت میں جو نفع ہوتا ہے وہ کسی چیز کے بدلے میں ہوتا ہے جبکہ سود میں جو نفع ہوتا ہے وہ عوض سے خالی ہوتا ہے۔ سود خور شخص اور معاشرہ صرف اپنے فائدہ پر نظر رکھتا ہے۔ اگر اس کے سامنے کوئی بھوک سے بلبلا تا رہے یا کوئی ضرورت مند گڑگڑا تا رہے، اس پر ان باتوں کا کوئی اثر نہیں ہوتا، کیونکہ سود خور کی سوچ یہ ہوتی ہے کہ سود سے سرمایہ بڑھتا ہے اور صدقہ سے گھٹتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ: ”تمہاری سوچ غلط ہے حقیقت تو یہ ہے کہ میں سود کو مٹاتا اور گھٹاتا ہوں اور صدقات کو باقی رکھتا اور بڑھاتا ہوں۔“ مگر حرام کھانے کی وجہ سے یہ ایمانی حقیقت سود خور کی سمجھ میں نہیں آ سکتی... یہ گھٹنا اور بڑھنا

> ”میں بینک کے تحقیقی شعبے کے کام کو ذاتی طور پر باریک بینی سے دیکھوں گا کہ وہ ایک ایسا بینکنگ نظام وضع کریں جو اسلام کے معاشرتی اور معاشی نظامِ زندگی کے ہم آہنگ ہو۔ مغرب کے معاشی نظام زندگی نے انسانیت کے لئے ناقابل حل مسائل پیدا کر دیئے ہیں۔“ بانیٔ پاکستان محمد علی جناح

کئی اعتبار سے ہوتا ہے۔ سودخوری کی تجوری اور اکاؤنٹ میں بے شمار سرمایہ جمع ہوگا، لیکن ظاہری آنکھیں بند ہوتے ہی وہ دیکھ لے گا کہ اس کا آخرت کا اکاؤنٹ بالکل خالی ہے، وہاں نیکی تو کوئی نہیں البتہ گناہوں کا انبار لگا ہوا ہے، نفع بالکل نہیں ہے نقصان ہی نقصان ہے۔ دوسری طرف صدقہ خیرات کرنے والے کے چند روپے اخلاص کی برکت سے لاکھوں، کروڑوں نیکیوں میں تبدیل ہوچکے ہوں گے... گھٹنے اور بڑھنے کا منظر صاف دکھائی دے رہا ہوگا۔ سود خور کے پاس پیسہ تو بہت ہوتا ہے لیکن اس میں برکت نہیں ہوتی، نہ حقیقی خوشی، نہ سکون، نہ راحت نہ سکھ کی نیند، گھر میں فساد، بیوی نافرمان، اولاد سرکش، وہ خود بہت ساری اخلاقی، نفسیاتی اور اعصابی بیماریوں میں گرفتار ہوتا ہے، وہ اللہ کا بھی مبغوض ہوتا ہے اور انسان بھی اس سے نفرت کرتے ہیں، جبکہ صدقہ کرنے والے کے مال میں برکت ہوتی ہے، یہ دعویٰ پورے وثوق سے کیا جاسکتا ہے کہ اعتدال کے ساتھ صدقہ کرنے والا کوئی شخص آج تک فقیر نہیں ہوا۔ خیرات کی وجہ سے لوگوں کے مالوں کو بڑھتا ہوا تو ہر کوئی دیکھتا ہے گھٹتا ہوا کسی نے نہیں دیکھا ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے اسے سکون کی لازوال دولت میسر آجاتی ہے، صدقہ کے نورانی اثرات اس کے قلب و دماغ پر، اس کے اہل وعیال پر اور اس کے کاروبار پر واضح طور پر دکھائی دیتے ہیں وہ اللہ کا بھی محبوب ہوتا ہے اور انسان بھی اس سے محبت کرتے ہیں۔ یوں تو ہر کاروبار میں نفع کے ساتھ نقصان کا ہر وقت اندیشہ ہوتا ہے، لیکن ایسا نقصان بہت کم دیکھنے میں آتا ہے کہ کل آسمان پر تھا اور آج زمین پر آگرا۔ کل کروڑوں میں کھیل رہا تھا اور آج پائی پائی کا محتاج ہوگیا لیکن سٹہ جیسی سودی اسکیموں میں ایسے مناظر اکثر دیکھنے میں آتے ہیں کہ چند لمحوں میں کل کے امیر آج کے فقیر ہوجاتے ہیں۔ سود کا مال بظاہر بڑھتا ضرور ہے لیکن اس کی بڑھوتری، پائیدار نہیں ہوتی، کبھی نہ کبھی اس پر آفت آکر رہتی ہے۔ حضرت معمر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہم نے بزرگوں سے سنا ہے کہ سود خور پر چالیس سال گزرنے نہیں پاتے کہ اس کے مال پر امحاق (گھاٹا) آجاتا ہے۔ پاکستان میں رہنے والا کون شخص نہیں جانتا کہ ایک ایسی کمپنی جو قرآن کریم چھاپتی تھی اور اس کے مطبوعہ قرآن پوری دنیا میں خریدے اور پڑھے جاتے تھے، اس کمپنی پر اعتماد کرتے ہوئے ہزاروں مسلمانوں نے اپنا سرمایہ اس میں لگا رکھا تھا وہ کمپنی جب سود کے چکر میں پڑی تو دیوالیہ ہوکر رہ گئی اور نہ معلوم کتنے غربا اور بیواؤں کا سرمایہ ڈوب گیا۔ یہاں مجھے وہ واقعہ یاد آگیا جو استاد محترم شیخ الاسلام حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم نے تحریر فرمایا ہے:

"حضرت والد (مفتی محمد شفیع عثمانیؒ) صاحب نے بارہا یہ واقعہ سنایا کہ (غالباً فتنہ قادیانیت کے سلسلے میں) حضرت (مولانا سید محمد انور شاہ کشمیریؒ) شاہ صاحب لاہور تشریف لائے۔ حضرت علامہ شبیر احمد عثمانیؒ بھی ہمراہ تھے اور میں بھی ساتھ تھا۔ اس زمانے میں مہر اور سالک (مرحوم) پنجاب کے مشہور صحافی اور اہل قلم مانے جاتے تے۔ ان حضرات نے حضرت شاہ صاحبؒ اور علامہ عثمانیؒ کی تشریف آوری پر اخبارات میں یہ سرخی لگائی کہ: "لاہور میں علم و عرفان کی بارش" اور پھر ملاقات کے لئے حاضر ہوئے۔ اثناء گفتگو میں سود کا مسئلہ چل نکلا۔ جناب سالک مرحوم نے حضرت علامہ عثمانیؒ سے یہ سوال کیا کہ موجودہ بینک انٹرسٹ کو سود قرار دینے کی کیا وجہ ہے؟ علامہ عثمانی قدس سرہ بار بار مفصل جواب دیتے مگر وہ پھر کوئی اعتراض کردیتے، وہ اپنی گفتگو میں ان لوگوں کی وکالت کر رہے تھے، جو یہ کہتے ہیں کہ اگر بینکوں کے سود کو علماء جائز قرار دے دیں تو مسلمانوں کے حق میں شاید مفید ہو۔ حضرت شاہ صاحب مجلس میں تشریف فرما تھے۔ حضرتؒ کی عادت چونکہ یہ تھی کہ شدید ضرورت کے بغیر نہیں بولتے تھے، نہ اپنا علم جتانے کا معمول تھا، اس لئے علامہ عثمانیؒ کی گفتگو کو کافی سمجھ کر خاموش بیٹھے تھے، لیکن جب یہ بحث لمبی ہونے لگی تو حضرتؒ نے مداخلت کی اور بے تکلفی سے فرمایا: "دیکھو بھائی سالک! تم ہو سالک، میں ہوں مجذوب، میری بات کا بُرا نہ ماننا۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا جہنم بہت وسیع ہے، اگر کسی شخص کا وہاں جانے کا ارادہ ہو تو اس میں کوئی تنگی نہیں ہے۔ ہم اس کو روکنے والے کون ہیں؟ ہاں البتہ اگر کوئی شخص ہماری گردن پر پاؤں رکھ کر جہنم میں جانا چاہے گا تو ہم اس کی ٹانگ پکڑلیں گے۔" (اکابر دیوبند کیا تھے؟ ص:۴۹)

یہ تو تھے سود کے بارے میں قرآنی اور ایمانی حقائق لیکن پاکستانی حکومتیں اور عدالتیں سود کے خاتمے کے لئے کتنی مخلص رہی ہیں؟ اس کا اندازہ اس سے لگائیں کہ بانی پاکستان نے یکم جولائی ۱۹۴۸ء کو اسٹیٹ بینک آف پاکستان کی افتتاحی تقریب سے خطاب کرتے ہوئے واضح طور پر یہ کہا تھا:

"میں بینک کے تحقیقی شعبے کے کام کو ذاتی طور پر باریک بینی سے دیکھوں گا کہ وہ ایک ایسا بینکنگ نظام وضع کریں جو اسلام کے معاشرتی اور معاشی نظام زندگی کے ہم آہنگ ہو۔ مغرب کے معاشی نظام زندگی نے انسانیت کے لئے ناقابل حل مسائل پیدا کردیئے ہیں۔"

پھر دسمبر ۱۹۶۹ء میں اسلامی مشاورتی کونسل نے ڈھاکا میں منعقدہ اجلاس میں بینک کے قرضوں، سیونگ سرٹیفکیٹ، پرائز بانڈ، لائف

انشورنس وغیرہ سب کو سود قرار دیتے ہوئے ان کے خاتمے کے لئے عملی اقدامات کرنے کا کہا۔ ۱۹۷۳ء میں پاکستان کے آئین کے آرٹیکل ۳۸-ایف کے مطابق بھی حکومت کو پابند کیا گیا ہے کہ جس قدر جلد ممکن ہو سکے سود کے خاتمے کے لئے عملی اقدامات اٹھائے جائیں، لیکن جب ۱۹۸۱ء میں صدر محمد ضیاء الحق نے فیڈرل شریعت کورٹ قائم کی تو دس سال تک مالی معاملات کو اس کے دائرہ اختیار سے باہر رکھا گیا تاکہ یہ عدالت سود کے خلاف کوئی فیصلہ جاری نہ کر سکے، پھر جب دس سال کی یہ طویل مدت ۱۹۹۱ء میں ختم ہوئی تو اسی عدالت کے جج جسٹس تنزیل الرحمن نے طویل سماعت کے بعد ۱۴؍ نومبر ۱۹۹۱ء کو سود کے خاتمے کا تاریخی فیصلہ دیا اور حکومت وقت کو چھ ماہ کی مہلت دی گئی کہ وہ بینکوں سے سودی معاملات کا خاتمہ کریں۔ اس وقت بھی نواز شریف کی حکومت تھی، جس نے سود سے محبت اور دیوانگی کا ثبوت دیتے ہوئے سپریم کورٹ میں اس فیصلے کے خلاف اپیل دائر کر دی اور اس سے سودی نظام کو مزید تحفظ مل گیا۔ اس کے بعد مختلف حکومتیں آتی اور جاتی رہیں، جنہوں نے اس معاملے کو پس پشت ڈالے رکھا۔ ۲۳؍دسمبر ۱۹۹۹ء کو سپریم کورٹ کے شریعت اپیلٹ بینچ نے اپنا تاریخی فیصلہ صادر کرتے ہوئے حکومت کو ۳۰؍جون ۲۰۰۱ء تک ہر قسم کے سود کو ختم کرنے کا حکم دیا۔ بعد ازاں اکثر ججوں نے یہ مہلت ۳۰؍جون ۲۰۰۲ء تک بڑھا دی اور یہ مہلت ختم ہونے سے پہلے ہی حکومت وقت نے اس بینچ کے اہم ترین رکن حضرت مفتی محمد تقی عثمانی زید مجدہم کو ان کے دوٹوک موقف کی بنا پر معزول اور الگ کر دیا، پھر حکومت کی ایما پر ایک سودی بینک نے اس فیصلے کے خلاف نظر ثانی کی اپیل دائر کی۔ تب سے لے کر اب تک یہ معاملہ عدالتوں میں ایک مذاق بنا ہوا ہے۔ سپریم کورٹ کے موجودہ بعض جج صاحبان نے اپنے غیر اسلامی اور غیر آئینی ریمارکس کے ذریعے سودی نظام کو بے پناہ تقویت پہنچانے کے سنگین جرم کا ارتکاب کیا ہے اور مجموعی طور پر پاکستانی حکومتوں اور عدالتوں کا رویہ سود کے بارے میں یہی ہے کہ: ”جو تو نہ چاہے تو بہانے ہزار ہیں“ لیکن مسلمان عوام کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ سودی لین دین قطعاً حرام ہے اور اس کا مرتکب اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر میں بدترین مجرم ہے۔ اس لئے سود سے بچنا ہر مسلمان کا لازمی مذہبی فریضہ ہے۔ اللہ کریم ہم سب کو سود کی نحوست سے محفوظ فرمائے اور ہمارے معاشرے کو بھی اس لعنت سے پاک فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

☆☆......☆☆

اعصاب اور مردانہ امراض کیلئے بہترین آزمودہ نسخہ

مکمل علاج، مکمل خوراک

قیمت 3000 روپے
وزن 600 گرام

فیصل

معجون قوتِ اعصاب زعفرانی

33 اجزاء کا اکسیر مرکب

☆ خوشگوار زندگی کے لمحات مزید پر کیف
☆ اعضائے خاص کی تمام بیماریوں میں مفید
☆ قوت خاص اور امساک کے لئے نادر نسخہ
☆ ہضم کی درستگی اور پیدائش خون میں اضافہ کا ضامن
☆ جریان، احتلام، ہڈیوں، پٹھوں کی کمزوری اور تھکاوٹ کیلئے مفید

زعفران	جائفل	ناگرموتھ	مغز بندق	آرد خرما	جوہر آہن
مصطگی	جلوتری	[illegible]	مغز بنولہ	سنگھاڑا	کشتہ چاندی
مروارید	دارچینی	اگر	لاچی خورد	[illegible]	[illegible]
ورق طلاء	لونگ	مائیں	لاچی کلاں	[illegible]	33 اجزاء
ورق نقرہ	گوند کیکر	[illegible]	ترنجبین	ماجو	
مغز چلغوزہ	مغز بادام	[illegible]	بہمن سفید	گوند کتیرہ	

معجون تسکین دل

دل کے تمام امراض کے لیے مفید ہے۔

دل کے درد، شریانوں کی بندش، دل کی کمزوری، دل کی گھبراہٹ
دل کا بے ترتیب اور تیز چلنا، بلڈ پریشر کا کم یا زیادہ ہونا
اور دل کے دیگر امراض کی اصلاح کرتا ہے۔
جگر و معدہ کی اصلاح کر کے نیا خون پیدا کرتا ہے۔
عام جسمانی کمزوری میں بھی انتہائی مؤثر اور مفید ہے۔

قیمت 1200 روپے
وزن 500 گرام

آب سیب	آب انار	آب ادرک	ورق نقرہ	تخم خرفہ
آب بہی	آب لیمن	شہد خالص	بہمن سفید	عود ہندی
زعفران	مروارید	ورق طلاء	کشنیز	بادرنجبویہ
ابریشم	گل سرخ	گل نیلوفر	تخم کاہو	درونج عقربی
صندل سفید	طباشیر	آملہ	جوہر مرجان	مغز تربوز
[illegible]	لاچی خورد	کہربائی	بہمن سرخ	

پاکستان بھر میں فری ہوم ڈلیوری
0314-3085577

فیصل FOODS ستارہ پلازہ ڈی گراؤنڈ پیپلز کالونی فیصل آباد

دفتر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نواب شاہ کا پُرشکوہ ماڈل
آیئے .... اس زیرتعمیر منصوبہ کی تکمیل میں بھرپور حصہ لیجئے
0331-2012341, 0302-6961841